نگران اعلیٰ: مولانا مفتی محمود

اسلامی اقدار کا نقیب

ہفت روزہ

# ترجمانِ اسلام

لاہور

## بلوچستان میں تحریکِ استقلال کا فارورڈ گروپ بن جائیگا؟

## تحریکِ استقلالِ بلوچستان کے سیکرٹری اطلاعات مستعفی!

حضرت عمر فاروق پر مولانا محمد میاں صدیقی
کا مفصل مضمون
اندرونی صفحات میں ملاحظہ فرمائیں

## حضرت عمرؓ نے اسلام کی دہلیز پر قدم رکھا تو ایک نئے دور کا آغاز ہوا

سید محمد شاہ امروٹی امیر جمعیۃ سندھ
سے حالاتِ حاضرہ پر انٹرویو

قیمت ایک روپیہ

۵ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ ○ جمعہ

# ہم بھی ہیں

اللہ کی رحمتوں کے سزاوار ہم بھی ہیں
دنیا یہ جانتی ہے گنہگار ہم بھی ہیں

قاتل نہ کر نیام میں تو اپنی تیغ کو
سچ ہے اگر خطا تو خطاکار ہم بھی ہیں

بیتے گی یوں ہی رات ہماری بھی اے نجوم
نیند آسکی نہ تم کو تو بیدار ہم بھی ہیں

نظروں کی سازباز ہماری نظر میں ہے
چالاک تم اگر ہو تو ہشیار ہم بھی ہیں

بے شک امیرِ شہر، اسیرِ ہوس سہی
صبر و رضا کے ہاتھ گرفتار ہم بھی ہیں

آدابِ دوستی سے نہیں ہم بھی ناشناس
تم بے وفا نہیں تو وفادار ہم بھی ہیں

یوسف کے بھائی عام ہیں بازارِ مصر میں
یوسف جو کوئی ہو تو خریدار ہم بھی ہیں

مطلب براریوں میں اگر تم ہو بے مثال
بے شبہ بہرِ خلوص کے معیار ہم بھی ہیں

آواز دے رہے ہیں جو میداں میں موت کو
سلمانؔ زندگی کے خریدار ہم بھی ہیں

سید سلمان گیلانی

## اداریہ





جلد نمبر ۲۰ شمارہ نمبر ۵۰

جمعۃ المبارک ۵ محرم الحرام ۱۷ دسمبر ۱۹۷۷

سرپرست
مولانا عبید اللہ انور
مدیر
اکرام القادری
مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدل اشتراک
سالانہ
۴۵ ـــــ روپے
ششماہی
۲۳ ـــــ روپے
سہ ماہی ـــــ ۵۰/۱۱ روپے

یکے از مطبوعات
جمعیۃ علماء اسلام پاکستان


# تحقیقات کرائی جائے!

ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتال میں اخباری نمایندوں سے باتیں کرتے ہوئے پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود نے کہا ہے کہ ابھی تو مسٹر بھٹو پہ ایک ہی مقدمہ چل رہا ہے جب کہ ان کے جرائم کی فہرست بہت طویل ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسٹر بھٹو پر مولانا شمس الدینؒ، ڈاکٹر نذیرؒ، عبدالصمد اچکزئیؒ، خواجہ محمد رفیق، صادق کاسانی، انور کاسانی اور حمدوں کے قتل کے مقدمات بھی قائم ہونے چاہئیں۔ اسی طرح سیلاب فنڈ زلزلہ فنڈ اور دوسرے قومی سرمائے کے خرد برد کی تحقیقات کے بعد اس سلسلے میں بھی مقدمات چلنے چاہئیں انہوں نے کہا کہ جب تک مسٹر بھٹو کی تمام تر بداعمالیاں منظر عام پر نہیں آئیں گی اس وقت تک عوام پر بھٹو کی صحیح حیثیت واضح نہیں ہوگی۔ اور یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ حقائق سے لاعلم رہنے کے باعث بھٹو ایسے مجرم کے ساتھ بھی ہمدردی کا اظہار کرنے لگے ہیں۔ مفتی صاحب نے اپنے بیان میں قادیانیت کے علاوہ آئین میں دیگر ترامیم بھی واپس لینے کا مطالبہ کیا ہے۔

پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ نے جن واقعات وحقائق کی طرف مارشل لا انتظامیہ کی توجہ دلائی ہے ان کی اصابت سے شاید ہی کوئی شخص انکار کر سکے۔ موجودہ حکومت کو چاہیے کہ وہ ان تمام واقعات کی جلد تحقیقات کا آغاز کر کے تمام مخفی گوشوں کو قوم کے سامنے لائے۔ تاکہ کوئی ایک فرد بھی مسٹر بھٹو ایسے قومی مجرم کے معاملے میں کسی قسم کی بھی خوش فہمی یا غلط فہمی میں مبتلا نہ رہے۔ اور آیندہ قوم و ملک کسی نئے بحران کا شکار نہ ہو سکے۔

مسٹر بھٹو نے اپنے دور اقتدار میں اپنے سیاسی مخالفین کو جس ظلم وسفاکی اور جس بہیمیت و بربریت سے قتل کرایا وہ سب قوم کے سامنے آنا چاہیے۔ سیلاب اور زلزلہ کے ضمن میں بیرونی ممالک خصوصاً سعودی عرب ایسے اسلامی ملک کی طرف سے جس فراخدلی کے ساتھ انسانی ہمدردی کے تقاضوں کو پورا کیا گیا تھا وہ کوئی امر مخفی نہیں، کروڑوں روپے کی امداد آئی مگر کچھ پتہ نہیں وہ کہاں گئی۔ کہاں ہے اور کہاں خرچ ہوئی یا ہو رہی ہے ہاں یہ سب کو علم ہے کہ اس کثیر وخطیر امداد کا بیسواں حصہ بھی ان ضرورت مند، مستحق اور بے خانماں افراد پر صرف نہیں کیا گیا، جن کے لیے یہ امداد دی گئی تھی۔ ان تباہ حال افراد میں سے بہت سے سسک سسک کر دم توڑ گئے، مگر بے رحم حکمرانوں کو رحم نہ آیا۔ اور وہ اس امداد کو اللوں تللوں میں خرچ کر کے گلچھرے اڑاتے رہے، بلکہ ایک خیال یہ بھی ہے کہ آج بھی اسی امداد کو قومی مقاصد کے خلاف اور اپنی بدعنوانیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے پارٹی فنڈ کے نام سے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اور یہی وہ امداد ہے جس کے ذریعہ بھٹو حکومت کے کارپردازوں اور کل پرزوں نے اتنے بڑے پیمانے پر انتخابی دھاندلی کی کہ پوری دنیا انگشت بدنداں ہو کر رہ گئی۔

اس کے علاوہ بھی قومی سرمائے میں جس طرح خرد بُرد کی گئی ہے اس کی تحقیقات کا مطالبہ کرنا بھی کوئی دور از کار بات نہیں جب انتخاب سے پہلے احتساب کا ڈول ڈال ہی دیا گیا ہے تو پھر یہ بدعنوانیاں بھی احتساب کی میزان میں رکھنی چاہئیں۔

آج بھی جب بھٹو اور اس کے حواریوں کی بداعمالیوں کی بات کی جاتی ہے تو بعض سادہ لوح یہ کہتے ہوئے سُنے گئے ہیں کہ کیا ہوا اگر بھٹو اور اس کے ساتھیوں نے بدعنوانیاں کی ہیں تو اس سے پہلے بھی تو بدعنوانیاں ہوتی رہی ہیں اور آیندہ بھی تو بدعنوانیوں کے انسداد کی کوئی ضمانت نہیں۔ "بعض بے خبرے" یہاں تک بھی کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے ملک کا رواج ہی یہ رہا ہے کہ جو آئے اپنا پیٹ بھرے۔ اگر بھٹو نے بھی اپنا پیٹ بھرا ہے

پریمیئر پریس میں چھپا اور مولانا عبید اللہ انور نے شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا

تو اس میں انہونی اور انوکھی کونسی بات کی ہے؟

ان سادہ لوح اور بقول حضرت مفتی صاحب بے خبر افراد کو کچھ پتہ نہیں کہ بھٹو اور اس کے ساتھیوں کی بدعنوانیوں کی نوعیت کیا ہے اور وہ کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔ اور انہوں نے ملک و قوم کو محض اپنے ذاتی اقتدار کے بچاؤ کی غرض سے کس طرح بربادی اور تباہی کے کنارے لا کھڑا کیا۔ یہ ساری چیزیں مؤثر انداز میں بلا تاخیر سامنے آنی چاہیئں۔ ورنہ قومی مجرموں کے سلسلے میں گوشہ ہمدردی پیدا ہو جانا بعید از قیاس نہیں ہے۔

اس کے ساتھ ہی بھٹو پر ملک توڑنے کے الزام میں مقدمہ چلنا چاہیے۔ اور اس سلسلے میں کسی دباؤ یا لیت و لعل سے کام نہ لینا چاہیے، اگر بھٹو پر ملک توڑنے اور ملک سے غداری کے الزام میں مقدمہ نہ چلایا گیا تو یہ پہلو ہمیشہ مشتبہ اور موضوع بحث بنا رہے گا اور پھر اب تو ولی خان اور یحییٰ خان بھی باہر ہیں۔ اس سلسلے میں بہت سے رازہائے سربستہ سے پردہ اٹھ سکتا ہے۔ یحییٰ خان نے اپنے ایک دو بیانات میں کہا بھی ہے کہ میں حقائق سے پردہ اٹھاؤں گا۔ اور قوم کو بتاؤں گا کہ اس نے کیا سازش کی اور کیسے پاکستان ایسی اسلامی ریاست دولخت ہوئی۔

مفتی صاحب نے اپنے بیان میں آئین میں یکطرفہ طور پر کی گئی ترامیم بھی موجودہ حکومت سے واپس لینے کا مطالبہ کیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اس بارے میں بھٹو حکومت اور قومی اتحاد کے مابین مفاہمت ہو گئی تھی اور بھٹو عوامی دباؤ کے تحت قادیانیوں سے متعلق ترامیم کے علاوہ تمام ترامیم واپس لینے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ اگر موجودہ عبوری حکومت اس حق بجانب مطالبے کو تسلیم کر کے اپنی نیک نامی میں اضافہ کرے تو یہ ایک خوش آیند اور جمہوریت کی طرف ایک مثبت قدم ہوگا۔

## پختونخستان کی بات

کالعدم نیشنل عوامی پارٹی کے رہنما جناب عبدالولی خان اور ان کے ساتھیوں کو تقریباً چار سال کی مسلسل نظربندی کے بعد خصوصی ٹریبونل حیدرآباد نے ضمانت پر رہا کر دیا ہے۔ قومی حلقوں میں ولی خان اور ان کے ساتھیوں کی رہائی کا پُرجوش خیر مقدم کیا جا رہا ہے۔

خان عبدالولی خان نے رہائی کے بعد جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان کے ایک ایک لفظ سے حب الوطنی اور قومی یکجہتی ٹپک رہی ہے۔

انہوں نے واضح طور پر کہا کہ میں نے کبھی بھی نام نہاد پختونستان کی بات نہیں کی۔ یہ سب بھٹو حکومت کا پروپیگنڈہ تھا۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ بھٹو خود رہے سہے پاکستان کے بھی ٹکڑے کرنا چاہتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ تجویز بھی پیش کی چاروں صوبوں کے مسلمہ اور محب وطن رہنماؤں کو اپنے مشترکہ اجلاس میں قومی مفادات اور ملکی یکجہتی کے لیے غور کرنا چاہیے۔

ولی خان کے حالیہ بیانات کی روشنی میں واضح طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ملک اور قوم کے لیے کچھ کرنے کا درد لیے ہوئے ہیں اور ملک کی گاڑی کو صحیح سمت کی طرف رواں کرنا چاہتے ہیں، لیکن یہ خیال یا ارادہ اور یہ عزم کتنا ہی مستحسن ہو، ایک آدمی اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے پوری قوم کو متحد ہو کر جدوجہد کرنا ہوگی جس طرح سے پوری قوم نے ملک کو ایک غاصب و آمر سے نجات دلائی ہے۔ اس طرح کی مشترکہ کوششوں اور جدوجہد سے ملک کی گاڑی کو صحیح سمت پر ڈالا جا سکتا ہے۔

نور احمد چشتی

# انسان ہی اشرف المخلوقات کیوں ہے؟

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ۵. ولقد کرمنا بنی آدم وحملنٰھم فی البر والبحر۔

خالقِ کائنات کے بے شمار انعامات سے کون انکار کرسکتا ہے، کیونکہ خالقِ کائنات کے انسان پر بے شمار انعامات ہیں، مگر اُن بے شمار انعامات میں سے ایک بہت بڑا انعام یہ ہے، کہ اُس نے انسان کو بہترین شکل وصورت عطا کی۔ دُوسرا اُس کا انعام یہ ہے، کہ انسان کو عدم سے وجود میں لایا۔ اور تیسرا اُس کا انعام یہ ہے، کہ انسان کو تمام مخلوقات سے افضل واشرف بنایا۔ اللہ تعالےٰ ہی تخلیقِ کائنات کے مالک ہیں، اور کُن امر کے لفظ سے جو چاہیے پیدا کرسکتا ہے، اللہ تعالےٰ نے اس کائنات میں تین طرح کی مخلوق، خاکی ناری، اور نوری کو پیدا کیا۔ پھر ان تین مخلوقات میں سے خاکی اور ناری کو مکلف عبادات بنایا۔ قرآن پاک میں آیا ہے،

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ۵

ترجمہ: میں نے انسانوں کو اور جنوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا،

نوری مخلوق یعنی فرشتے مکلف عبادات نہیں بلکہ تابع حکم ضرور ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان دُو مخلوقات یعنی خاکی (انسان) اور ناری (جن) میں سے۔ خاکی کو اشرف المخلوقات کے لقب سے نوازا۔ لیکن ناری مخلوق نے خاکی مخلوق کو اشرف ہونے کا انکار کردیا تھا، بلکہ اس نے اپنی بڑائی بیان کرتے ہوئے انسان کو حقیر گردانا اور انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین ۵ کہہ کر برتری کا ڈھنڈورا پیٹا کہ میں خاکی مخلوق یعنی انسان سے بہتر ہوں، کیونکہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں، اور یہ (انسان) مٹی سے پیدا کیا گیا ہے،

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس ناری مخلوق کے سردار شیطان نے یہ جملہ کیوں کہا؟ اور اس کو یہ جملہ کہنے کی کیوں ضرورت پیش آئی؟ کہ میں انسان سے بہتر اور افضل ہوں، اور یہ یعنی انسان افضل نہیں۔

جواب: یہ ہے کہ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے ایک روح سے اور ایک بدن سے، روح حقیقتِ انسان ہے اور یہ ایک اعلےٰ و ارفع شے ہے، قرآن پاک کے متعلق آتا ہے، قل الروح من امر ربی روح ایک حکم خداوندی شے ہے، اور بدن انسانی روح کے نظر آنے کے لیے ایک آلہ اور ڈھانچہ ہے اس آلہ اور ڈھانچہ کے بغیر روح نظر نہیں آسکتی بدنِ انسانی کا یہ ڈھانچہ چار چیزوں سے مرکب ہے مٹی، پانی ۲، آگ ۳، اور ہوا ۴ سے اور ان کو عناصر اربعہ بھی کہتے ہیں، یہ عناصر اربعہ اخلاقی حیثیت سے مذموم ہیں اور پستی کو چاہتی ہیں۔ مثلاً

### نمبر۱ مٹی

کہ اس میں اخلاقی حیثیت سے قبض کا مادہ پایا جاتا ہے، کیونکہ یہ ہر چیز کو ہڑپ کر جاتی ہے، اور دوسری چیزوں کو گلا سڑا کر اپنے اندر منضم کرلیتی ہے، اور اپنے جیسا بنالیتی ہے، یہ بخل کی علامت ہے، کیونکہ بخیل انسان اپنے روپے پیسے کو اپنی جیب میں رکھے گا اُن کو خرچ نہیں کرے گا۔ جو پیسہ بھی بخیل انسان کے ہاتھ لگے گا جمع شدہ روپے پیسے کے ساتھ ملا جائے گا۔ جس انسان میں مٹی کا عنصر غالب ہوگا۔ وہ بخیل ہوگا۔ اور یہ بخیل اخلاقی حیثیت سے ایک مذموم اور پست صفت ہے۔

### نمبر۲ پانی

خواہ کتنا ہی کم ہو، جب اس کو زمین پر ڈالا جائے تو کافی رقبے پر پھیل جاتا ہے، اور ارد گرد کی کافی زمین کو گھیر لیتا ہے، یہ حرص اور لالچ کی نشانی ہے، کیوں حریص انسان مال و دولت کو اکٹھا کرنے کے لیے کافی ادھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارتا ہے، اور اپنے کاروبار کو وسیع اور پھیلانے کی حد درجہ کوشش کرتا ہے، پانی میں یہ صفت اخلاقی حیثیت سے قابل مذمت ہے، چنانچہ جس انسان میں پانی کا عنصر غالب ہو وُہ حریص اور لالچی ہوگا۔

### نمبر۳ آگ

آگ میں یہ خاصیت ہے کہ یہ جہاں کہیں بھی روشن کی جائے اس کا شعلہ اوپر کو ہی جائے گا گویا آگ علو وبلندی کو چاہتی ہے، اور یہ تکبر کی علامت ہے، کیونکہ متکبر انسان ہمیشہ اونچائی اور بلندی کا ہی خواہشمند ہوتا ہے، جس انسان میں آگ والا عنصر غالب ہو وُہ متکبر ہوتا ہے، اور یہ اخلاقی حیثیت سے مذموم اور پست صفت ہے،

### نمبر۴ ہوا

ہوا میں یہ خاصیت پائی جاتی ہے، کہ یہ ایک طرف سے دوسری طرف چلتی ہے، کبھی اس کے برعکس اس پر کسی کا کنٹرول یا قبضہ نہیں۔ اور نہ ہی اس کو کسی قسم کی روک ٹوک ہے، اور نہ ہی کبھی کسی حکومت نے ہوا کے موافق یا مخالف ہونے پر کسی دوسری حکومت پر اعتراض کیا ہے کہ اپنے ملک کی ہوا کو اپنے ملک کی حدود میں ہی رکھو جیسے اس کی ضرورت نہیں، گویا ہوا ایک طرف سے دوسری طرف گھومتی پھرتی ہے، اور اس میں یہ شہرت پسندی والی خاصیت پائی جاتی ہے، اور یہ اخلاقی حیثیت سے مذموم صفت ہے، جس انسان میں ہوا والا عنصر غالب ہوگا، وُہ شہرت پسند ہوگا۔

معلوم ہوا کہ ان عناصر اربعہ میں مذموم اور پست صفات پائی جاتی ہیں، جو قابل مذمت ہیں، غالباً شیطان نے بھی ان عناصر اربعہ کی مذموم اور پست صفات کو دیکھ کر حکم خداوندی کا اُس وقت انکار کردیا تھا جب کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کرنے کے لیے نوری مخلوق یعنی فرشتوں کو کہا تھا، اور اس حکم میں ناری مخلوق کا سردار المعروف (ابلیس) شیطان نے اس حکم کو بجالانے سے انکار کردیا تھا جب اُس سے اُس کی وجہ پوچھی گئی، کہ تو کیوں اس حکم کو بجا نہیں لایا؟ تو اس نے جواباً کہا انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین ۵ ترجمہ:۔ میں اس سے یعنی انسان سے بہتر ہوں، کیوں کہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور یہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے، تو شیطان کا یہ انکار بدنِ انسانی کی طرف دیکھ کر جو عناصر اربعہ سے مرکب ہے، اور اخلاقی حیثیت سے مذموم اور پست اشیاء میں سے ہے کیا تھا، روح انسانی کی طرف اس کی نگاہ نہ تھی۔ جو اعلےٰ و ارفع شے ہے، روح ایک ایسی لطیف، اعلےٰ وارفع شے ہے کہ اس کی حقیقت

کو دنیا کا نہ کوئی ڈاکٹر و حکیم اور نہ ہی کوئی فلسفی و سائنس دان آج تک پہنچ سکا ہے، اور نہ ہی پہنچ سکے گا۔ تو شیطان کی یہ نظر جو بدنِ انسانی (جو روح نظر آنے کے لیے ایک آلہ اور ڈھانچہ ہے) پر تھی، جو حقیقت کے مطابق نہ تھی، کیونکہ اللہ تعالےٰ کا منشاءِ تخلیق یہ ہے کہ انسان فکرِ آخرت پیدا کر کے روح کی پرورش کرے، اور اس کو عبادات کی حرارت سے اعلےٰ وارفع مقام پر پہنچائے اور یہی اصل مقصد ہے، علو (روح) اور پست (عناصرِ اربعہ) کو آپس میں ملا کر ایک صورت اور ڈھانچہ بنانا ایک بڑی ذات کا کام ہے، وہ اللہ تعالےٰ کی ذات ہے۔

معلوم ہوا کہ روح سب چیزوں سے اعلےٰ وارفع ہے، اسی روح کے اعلےٰ وارفع ہونے کی وجہ سے انسان بھی اعلےٰ وارفع ہے، یعنی افضل ہے۔

## دوسرا شبہ:

دوسرا شبہ یہ ہوتا ہے کہ انسان بے شمار حاجات رکھتا ہے، اس لیے یہ کیسے افضل ہو سکتا ہے؟ اس میں اتنی حاجتیں پائی جاتی ہیں، کہ اور کسی مخلوق میں نہیں پائی جاتیں۔ مثلاً مقدمات میں الجھنا، پھر فیصلے کا محتاج ہونا، اس کے علاوہ کھانے پینے، بول و براز، بیاہ و شادی، نکاح و طلاق، خرید و فروخت، عدل و انصاف وغیرہ کا، معلوم ہوا کہ جو مخلوق اتنی حاجتوں کی محتاج ہو وہ کیسے اعلےٰ وارفع اور افضل ہو سکتی ہے، اسی وجہ سے مشرکین نے بتوں اور پتھروں میں کم حاجات دیکھ کر پوجا شروع کر دی تھی، اور آگ پرستوں نے آگ میں کم حاجات دیکھ کر پوجا شروع کر دی، اور بعضوں نے حیوانات کی پوجا پاٹ شروع کر دی، تو اس طرح سے لوگ مختلف چیزوں کے پجاری بن گئے۔

الجواب:- اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے انسان کو اس لیے اتنی حاجات کا محتاج بنا دیا، کہ انسان اپنے اندر کم حاجات دیکھ کر الوہیت کا دعوےٰ نہ کر دے، چنانچہ جو لوگ حاجات کے کم محتاج ہوئے اور اپنے آپ کو حاجات سے مستغنی سمجھا تو انہوں نے اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی ۝ کہنا شروع کر دیا، منشاءِ خداوندی یہ ہے، کہ جب انسان اپنے آپ کو اتنی حاجتوں کا محتاج دیکھے تو الوہیت کا دعوےٰ کرنے سے گریز کرے، بلکہ اپنی حاجات کو پورا اور حل کروانے کے لیے میری طرف (یعنی اللہ کی طرف) رجوع کرے اور اللہ کی طرف جھکے اور دست بدعا ہو، کسی غیر کی طرف نہ جھکے اور نہ ہی رجوع کرے اور نہ دست بدعا ہو۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں،

پانی، پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے، نہ تن تیرا نہ من

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان نے انسان کو اتنی حاجتوں کا محتاج دیکھ کر سجدہ کرنے سے انکار کر دیا ہو، اور اس نے اپنے آپ کو حاجات سے مستغنی سمجھ لیا ہو۔ اور اس شیطان کو تخلیقِ انسان کا مقصد جو قرآن پاک میں وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ میں ذکر کیا گیا ہے سمجھ میں نہ آیا۔ (ترجمہ: میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے) عبادت اصل میں اطاعتِ خداوندی کا ہی نام ہے، اس اطاعت اور عبادت کے ذریعے سے ہی انسان اعلےٰ وارفع درجات حاصل کر سکتا ہے انسان انہی اعلےٰ وارفع درجات کو حاصل کر کے اپنے مقصد کو پا سکتا ہے، جب انسان اپنے مقصد کو حاصل کر لیتا ہے، تو وہ اعلےٰ وارفع ہو جاتا ہے (یعنی افضل ہو جاتا ہے) غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر بے شمار انعامات ہیں، اُن میں سے دو بڑے انعام یہ ہیں، ایک انسان کو عدم سے وجود میں لانا۔ دوسرا انسان کو تمام مخلوقات سے افضل بنانا، یہ دونوں انعام دنیوی تھے، اللہ تعالےٰ نے چاہا، کہ انسان کو جب دنیوی انعامات سے نوازا ہے، تو اُسکو اُخروی انعامات سے بھی مالامال کیا جائے، تاکہ یہ مرضیات بطورِ غیر مرضیات معلوم کرے، اور ان میں تمیز کر کے مرضیات پر انسان چلے اور غیر مرضیات پر چلنے سے پرہیز کرے، مرضیات پر چل کر زندگی گذارنا انسان کا اصل مقصد ہے، تو اس کے لیے اللہ تعالےٰ نے انبیاءِ کرام کا سلسلہ شروع کیا۔ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آ کر ختم ہوا، اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقوں کے مطابق چلنا اور زندگی گزارنے میں ہی کامیابی و کامرانی ہے انبیاءِ کرام کی تعلیمات کے بغیر ہم مرضیات اور غیر مرضیات میں تمیز نہیں کر سکتے، لہٰذا ہم انبیاءِ کرام کی تعلیمات کے بھی محتاج ہیں، اور اسی کو حدیث کہتے ہیں، آخر میں دعا ہے، کہ اللہ تعالےٰ ہمیں انبیاءِ کرام کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما دے (آمین)

از حضرت مولانا محمد میاں صدیقی رح

# امیر المومنین
# سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پیدائش : ۵۸۳ء (عام فیل سے ۱۳ سال بعد)
وفات : ۲۷ ذی الحجہ ۲۳ ہجری
خلافت : ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ ہجری
۲۷ ذی الحجہ ۲۳ ہجری

مشہور روایت کی بنا پر ہجرت نبوی سے چالیس برس پہلے اور عام فیل سے تیرہ برس بعد پیدا ہوئے۔ اہل عرب عام طور پر عدنان یا قحطان کی اولاد ہیں۔ عدنان کا سلسلہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ عدنان کے نیچے گیارہویں پشت میں فہر بن مالک بڑے صاحبِ اقتدار تھے، انہی کی اولاد قریش کے لقب سے مشہور ہوئی۔ قریش بیت اللہ کے مجاور بھی تھے اس لئے دنیاوی جاہ وجلال بھی ان پر سایہ فگن تھا۔ کام کی وسعت اور تعلقات کے پھیلاؤ کے باعث ان لوگوں کے کاروبار کے مختلف شعبے ہو گئے تھے اور ہر شعبہ کا اہتمام جداگانہ تھا۔ مثلاً بیت اللہ کی نگرانی، حجاج کی خبر گیری، سفارت شیوخ قبائل کا انتخاب اور مقدمات میں ثالثی اور فیصلے، عدی جو حضرت عمر رضؓ کے جد اعلیٰ تھے سفارت کے نگراں تھے اور جب بھی قریش کو کسی قبیلہ کے ساتھ کوئی معاملہ پیش آتا یہ سفیر کی حیثیت سے جاتے اور اپنے قبیلہ کی نمائندگی کرتے۔

## حضرت عمر رضؓ کے والد خطابؓ

حضرت عمر رضؓ کے والد قریش کے ممتاز لوگوں میں سے تھے۔ خطاب نے متعدد شادیاں اپنے گھرانوں میں کیں۔ حضرت عمر رضؓ کی والدہ کا نام خنتمہ تھا۔ ابن ہشام بن المغیرہ کی بیٹی تھیں۔ مغیرہ اس درجہ کے آدمی تھے کہ جب قریش لڑنے کے لئے جاتے تو فوج کا اہتمام انہی کے سپرد ہوتا۔ اسی مناسبت سے ان کو "صاحب الاعنہ" کہا جاتا تھا۔ مشہور اسلامی سپہ سالار خالد سیف اللہؓ انہی کے پوتے تھے۔

## بچپن :

حضرت عمر رضؓ کی ولادت اور بچپن کے حالات بالکل تاریکی میں ہیں جو کچھ معلوم ہو سکا ہے وہ بہت مختصر بلکہ ناکافی ہے۔ بچپن تو درکنار اسلام سے قبل زمانہ شباب کے حالات پر بھی لاعلمی کے دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں۔ کس کو معلوم تھا کہ اونٹ چرانے والا یہ کھلنڈرا اور بے فکر نوجوان ایک روز "فاروق اعظم" کہلائے گا اور دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کا قیام اس کے ہاتھوں میں آئے گا۔ تلاش و تجسس سے آپ کے بچپن کے جو چند واقعات معلوم ہو سکے ہیں ان کا ذکر یقیناً ناموزوں نہ ہوگا۔

سن شعور کو پہنچے تو آپ کے والد نے سب سے پہلے جو خدمت آپ کے سپرد کی وہ اونٹوں کا چرانا تھا۔ یہ پیشہ اگرچہ اس وقت عرب میں معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ ایک قسم کا قومی شعار تھا۔ مگر خطاب آپ کے ساتھ بڑی بے رحمی کا سلوک کرتے تھے۔ تمام تمام دن اونٹ چرانے کا کام لیتے اور اگر کبھی تھک کر دم لینا چاہتے تو سزا دیتے۔ جس میدان میں عمر رضؓ یہ جاں کاہ اور صبر آزما خدمت سرانجام دیتے اس کا نام "ضجنان" تھا جو مکہ معظمہ سے صرف چند میل کی مسافت کے فاصلے پر تھا۔ اپنے دور خلافت میں ایک روز اس میدان سے گزر رہے تھے تو آب دیدہ ہو گئے اور عبرت انگیز لہجے میں بولے۔ "اللہ اکبر! ایک وہ زمانہ تھا جب نمدہ کا کرتہ پہنے اس میدان میں صبح سے شام تک اونٹ چرایا کرتا تھا اور اس کام کی انجام دہی پر مجھ پر کیا کیا سختیاں نہ گذرتی تھیں اور ایک آج کا دن ہے کہ اللہ کی سرزمین میں سب سے زیادہ بااختیار ہوں اور روئے زمین پر مجھے سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہیں"۔

("الشیخان" ڈاکٹر طٰہٰ حسین الفاروق")

شباب کی منزل میں قدم رکھا تو ان شریفانہ مشغلوں میں مشغول ہو گئے جو عموماً شرفائے عرب کا معمول تھا۔ عرب میں اس وقت جن باتوں کی تعلیم دی جاتی تھی اور جو لازمہ شرافت خیال کئے جاتے تھے ان میں نسب دانی سپہ گری پہلوانی اور خطابت سرفہرست ہیں۔ انساب کا فن حضرت عمر رضؓ کے خاندان میں موروثی چلا آتا ہے۔ حضرت عمر رضؓ ان کے باپ اور دادا نفیل تینوں بڑے نساب تھے۔ غالباً اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر رضؓ کے خاندان میں سفارت اور ثالثی چلی آ رہی تھی۔ اور ان کی انجام دہی کے لئے نساب کا جاننا ضروری ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے نساب کا علم اپنے باپ سے حاصل کیا تھا۔

پہلوانی اور کشتی کے فن میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ جبل عرفات کے قریب عکاظ ایک مقام تھا۔ یہاں سال کے سال میلہ لگتا تھا اور

عرب کے تمام اہل فن یہاں جمع ہو کر اپنے اپنے کمالات کا مظاہرہ کرتے تھے۔ عمر فاروق رضؓ بھی یہاں پہنچتے تھے اور معرکہ کی کشتیاں لڑتے۔ علامہ بلاذری کتاب "الاشرف" میں تصریح کرتے ہیں کہ "عمر فاروق "عکاظ" کے دنگل میں کشتی لڑا کرتے تھے۔" ("الفاروق" علامہ شبلی نعمانی حصہ اول صفحہ ۲۳)

شہسواری میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ گھوڑے پر کود کر سوار ہوتے اور اسطرح جم کر بیٹھتے کہ جلد بدن ہو جاتے۔ "فتوح البلدان" کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت قریش میں صرف سترہ آدمی ایسے تھے جو لکھ پڑھ سکتے تھے۔ ان میں ایک عمر فاروق رضؓ بھی تھے۔ تقریر کا ملکہ خداداد تھا عکاظ کے معرکوں نے اسکو اور بھی زیادہ جلا بخشی تھی یہی قابلیت تھی کہ جس کی وجہ سے قریش نے آپ کو سفارت کا منصب سونپا تھا۔ جو صرف ان لوگوں کے لئے مخصوص تھا جو سب سے زیادہ فصاحت و بلاغت کا پیکر ہوتے تھے۔ جو فی البدیہہ اور برجستہ آپ کے منہ سے نکل جاتے تھے۔ مختلف اوقات میں آپ نے جو خطبے دیئے اور تقریریں کیں وہ فصاحت و بلاغت اور جامعیت کے اعتبار سے منفرد مقام رکھتی ہیں۔ (انکا اجمالاً ذکر آگے آرہا ہے)۔

## ذوق شاعری:

شعر و شاعری کی نسبت اگرچہ آپ کی شہرت زیادہ نہیں کیونکہ خود شعر بہت کم کہتے تھے مگر شعر و شاعری میں ایسا ستھرا اور نفیس مذاق رکھتے تھے کہ ان کی کتاب زندگی سے اس عنوان کو مٹایا نہیں جا سکتا۔ عرب کے اکثر مشہور شعراء کا کلام یاد تھا اور استاد الشعراء کے کلام پر آپ کی اپنی آراء تھیں۔ اہل ادب اور اصحاب نقد و جرح یہ بات مانتے ہیں کہ عمر فاروق رضؓ کے دور میں ان سے زیادہ اشعار کی پرکھ رکھنے والا کوئی نہ تھا۔ اسی اعتراض کو جاحظ نے "کتاب البیان والتبیین" میں بایں الفاظ بیان کیا ہے۔

کان عمر بن الخطاب اعلم الناس بالشعر

"یعنی حضرت عمر رضؓ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ شعر کی پرکھ اور سمجھ رکھنے والے تھے۔"

حضرت عمر رضؓ کو اگرچہ تمام مشہور شعرائے عرب کے کلام پر عبور حاصل تھا مگر آپ زہیر کو سب سے زیادہ پسند کرتے تھے اور اس کو "اشعر الشعراء" کہا کرتے تھے۔ عربی ادب میں یہ مسئلہ طے نہ ہو سکا کہ سب سے بڑا شاعر کون تھا مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ افضلیت تین شعراء میں منحصر ہے:

امراء القیس، نابغہ اور زہیر

حضرت عمر رضؓ زہیر کو سب پر ترجیح دیتے تھے جریر بھی اسی کا قائل تھا۔ ایک مرتبہ کسی غزوہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ آپ کے ہمراہ تھے حضرت عمر رضؓ نے ان سے کہا "اشعر الشعراء کے اشعار پڑھو" ابن عباس رضؓ بولے "وہ کون ہے؟" حضرت عمر رضؓ نے جواب دیا "زہیر" اور یہ الفاظ کہے:

"وہ (زہیر) ناموس الفاظ کی تلاش میں نہیں رہتا۔ اس کے کلام میں پیچیدگی نہیں ہوتی اور اسی مضمون کو باندھتا ہے جس سے واقف ہوتا ہے۔ جب کسی کی مدح کرتا ہے تو انہی اوصاف کا ذکر کرتا ہے جو درحقیقت اس میں ہوتے ہیں۔"

آپ کو جس قسم کے اشعار سے شغف تھا وہ صرف وہ تھے جن میں خودداری، شرافت نفس، غیرت و حمیت اور عبرت کے مضامین بیان کئے گئے ہوں اور حضرت عمر رضؓ کا یہی معیار شعر پسندی تھا جس کی بنا پر انہوں نے شاعری کے بہت سے عیوب مٹا دیئے۔ اس وقت عرب میں یہ عام طریقہ تھا کہ شعراء اپنے اشعار میں شریف اور پاکباز عورتوں کے ذکر تک سے نہیں چوکتے تھے اور ان سے اپنے عشق و محبت کی داستانوں کو کھلم کھلا اشعار میں بیان کرتے تھے حضرت عمر رضؓ نے اس رسم کو بالکل مٹا دیا اور اس کی سخت سزا مقرر کی اور اسی طرح ہجو گوئی کو جرم قرار دیا اور حطیئہ کو جو کہ مشہور ہجو گو تھا اس جرم میں سزائے قید دی۔

## تقریر و خطابت:

تقریر اور خطابت میں بھی آپ ایک منفرد اور ممتاز مقام رکھتے تھے جس کی شہادت کے لئے یہاں صرف اتنا ذکر کر دینا کافی ہے (کیونکہ تفصیل کا نہ محل ہے اور نہ گنجائش) کہ اسلام لانے سے پہلے بھی قریش نے آپ کو سفارت کے منصب سے نوازا تھا اور یہ منصب صرف اسی شخص کو مل سکتا تھا جو خطابت قوت تقریر اور معاملہ فہمی میں پوری دسترس رکھتا ہو۔

اس تصریح سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ فن خطابت اور ذوق شعر و سخن عمر فاروق رضؓ نے ایام جاہلیت میں عکاظ کی تعلیم گاہ سے ہی حاصل کئے تھے کیونکہ اسلام لانے کے بعد مذہبی اشغال میں مصروف ہو گئے اور پھر جب خلافت و حکومت کی ذمہ داریاں سنبھالنی پڑیں تو ظاہر ہے کہ ان باتوں کی فرصت کہاں باقی رہتی اور پھر آپ اس قسم کے چرچے پسند نہیں کرتے تھے۔

## قبول اسلام:

حضرت عمر رضؓ کو قبولیت حق کے لئے کیا محرک، اور دالمیہ پیش آیا اس کے بارے میں روایت مختلف ہیں۔ اس سلسلہ میں مشہور اور مفصل روایت حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ:

"حضرت عمر تلوار گردن میں ڈالے گھر سے نکلے۔ ارادے بڑے پرخطر تھے۔ بنی زہرہ کا ایک شخص ملا۔ اس نے پوچھا "عمر اس شان سے آج کہاں کے ارادے ہیں؟" کہنے لگے "آج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قصہ ختم کرنے چلا ہوں" وہ شخص بولا "عمر پھر تم اپنے آپ کو بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے بچاؤ گے؟" عمر نے کہا "میرا خیال ہے تو بھی اپنے قدیم اور آبائی دین سے پھر گیا ہے" یہ سن کر اس شخص نے کہا "عمر میں تم کو اس سے بھی زیادہ متعجب خبرات کی نشان دہی نہ کر دوں۔ تمہاری بہن اور بہنوئی بھی اپنے پرانے مذہب سے پھر گئے ہیں اور انہوں نے وہ دین چھوڑ دیا جس پر تم ہو"

حضرت عمر اپنی بہن کے گھر پہنچے وہاں مہاجرین میں سے ایک شخص خباب بھی موجود تھے انہوں نے جب حضرت عمر کی آواز سنی تو چھپ گئے۔ حضرت عمر کی بہن اور بہنوئی سورۃ طٰہٰ کی تلاوت کر رہے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا

تم دونوں ابھی ابھی کیا پڑھ رہے تھے؟ عمر بولے میرا خیال ہے تم دونوں اپنے آبائی دین سے پھر گئے ہو؟"

حضرت عمرؓ کے بہنوئی بولے "اے عمر! بتائیے کہ اگر حق تمہارے دین کے علاوہ ہو تو پھر کیا کروگے؟"

یہ سنتے ہی عمر اپنے بہنوئی پر جھپٹے اور ان کو خوب مارا۔ بہن اپنے شوہر کی مدد کے لئے پہنچیں تو ان کو بھی معاف نہیں کیا۔ بہن کے چہرہ سے خون بہنے لگا انہوں نے بھی یہی کہا "اے عمر! بتائیے اگر حق تمہارے دین کے علاوہ ہو" اور با آواز بلند کہنے لگیں:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ
اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

عمر فاروق سمجھ گئے کہ میری سختی کارگر ثابت نہ ہوگی۔ بولے "تم دونوں جو کتاب پڑھ رہے تھے وہ مجھے بھی دو۔"

بہن نے کہا "یہ کتاب اللہ ہے۔ پہلے غسل کر دیا وضو کرو۔ اس کے بعد اس کتاب کو ہاتھ لگانا" عمر اٹھے۔ وضو کیا اور سورۃ طٰہٰ کی تلاوت شروع کی جب اس آیت پر پہنچے:

"اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ" تو پکار اٹھے "مجھے محمدؐ کی راہ بتاؤ۔"

کر فرمایا "عمر! کس ارادے سے آئے ہو؟" خدا کے آخری نبی کو دیکھ کر اور ان کی پر رعب آواز سن کر عمر فاروقؓ پر لرزا طاری ہو گیا انتہائی خضوع کے ساتھ عرض کیا "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" حضور علیہ السلام بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے۔ آپ صلعم کے ساتھ صحابہؓ نے اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا کہ مکہ کے کوچہ و بازار گونج اٹھے۔ اور شہر سے باہر دور دور اللہ اکبر کی آواز سنی گئی ("عمر بن خطاب" ابن جوزی)۔ دیکھئے عمرؓ کس عزم اور ارادے سے نکلے تھے۔ وہ تو اپنے تئیں یہ سوچ کر نکلے تھے کہ آج (خاکم بدہن) اللہ کے اس سچے اور برگزیدہ رسول اور داعی حق کا قصہ ہی پاک کر دیں گے مگر کون جانتا تھا کہ بارگاہ ایزدی میں ان کے لئے کتنی سعادتیں اور خوش بختیاں مقدر ہو چکی ہیں اور غیب کے ایوانوں میں یہ صدا گونج رہی ہے:

آمد آں یارے کہ ما می خواستیم

سات مرتبہ طواف کیا اور دو رکعتیں مقام ابراہیمؑ کے پاس کھڑے ہو کر پڑھیں پھر سرداران قریش کے حلقے میں آئے اور باآواز بلند کہا:

"تمہارے منہ کالے ہوں۔ جو شخص اپنی ماں کو بے فرزند، اپنی بیوی کو بیوہ اور اپنی اولاد کو یتیم کرنا چاہتا ہوں وہ میرے مقابل آجائے۔"

اسلام کے اس بطل جلیل کی یہ للکار سب نے سنی مگر کسی کو مقابل آنے اور آپؓ کو روکنے کی جرأت نہ ہوئی۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا واقعہ ذی الحجہ سنہ ۶ نبوی کا ہے۔ اس وقت عمر فاروق کی عمر ۲۶ یا ۲۷ سال تھی۔ آپ جب اسلام لائے تو آفتاب رسالت کو طلوع ہوئے چھ سال ہو چکے تھے (باختلاف روایات) چالیس مرد اور پندرہ عورتیں حلقہ بگوش اسلام ہو چکی تھیں۔

ہجرت کرتے وقت حضرت عمرؓ نے فرمایا:

**جو شخص اپنی ماں کو بے فرزند، بیوی کو بیوہ اور اولاد کو یتیم کرنا چاہتا ہو وہ میرے مقابل آجائے:**

بات جب یہاں تک پہنچ گئی تو خباب جو چھپے ہوئے تھے باہر نکلے اور بولے "عمر! تم کو مبارک ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دعا "اللّٰھم اعزالاسلام بعمر بن الخطاب" اپنا رنگ لائی اور حق تعالیٰ نے تم کو قبول حق کی توفیق بخشی۔ عمر فاروقؓ حضور کے در دولت پر پہنچے۔ دستک دی۔ حضور صلعم کے گرد صحابہؓ کا اجتماع تھا۔ صحابہ صورت حال سے بے خبر تھے۔ عمر کو شمشیر بکف دیکھ کر متردد ہوئے ------ حضرت حمزہؓ بھی موجود تھے۔ وہ بولے "آنے دو۔ مخلصانہ آیا ہے تو بہتر ورنہ اسی تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔ عمر اندر داخل ہوئے۔ حضور علیہ السلام خود آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ "جس روز عمر فاروقؓ ایمان لائے اس روز مشرکین مکہ کہنے لگے آج مسلمانوں نے ہم سے بدلہ لے لیا۔ اسی روز ایک قرآنی آیت نازل ہوئی۔

ابن سعد کی روایت ہے کہ جب سے حضرت عمرؓ ایمان لائے اسلام ظاہر ہوا۔ ہم کعبے کے گرد بیٹھے طواف کرنے مشرکین سے بدلہ لینے اور ان کے جواب دینے لگے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان ہے۔ ہر شخص نے خفیہ طور پر ہجرت کی مگر جب حضرت عمرؓ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو اس شان سے کہ ہاتھ میں برہنہ تلوار لی۔ دوسرے میں تیر اور پشت پر کمان لٹکا کر خانہ کعبہ میں تشریف لائے

("ازالۃ الخفا" جلد دوم صفحہ ۲۵۰)

حضرت عمرؓ نے اسلام کی دہلیز پر قدم رکھا تو ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ عرب کے مشہور بہادر اور شمشیر زن حضرت حمزہ (سید الشہداءؓ) بھی اسلام لا چکے تھے مگر مسلمان ابھی تک اپنے مذہبی فرائض علانیہ طور پر ادا نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ

"ہمارا یہ حال تھا کہ ہم کعبہ کے پاس جا کر نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ جب عمر فاروقؓ اسلام لائے تو آپ نے حضور علیہ السلام سے پوچھا "کیا ہم حق پر نہیں؟"

حضور نے فرمایا "یقیناً"

حضرت عمر رضؓ نے سوال کیا۔ "جب ہم حق پر ہیں تو پھر اخفا کی وجہ؟ ارکانِ اسلام ہم علانیہ کیوں نہیں ادا کر سکتے؟" عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ عمر رضؓ کے اسلام لانے کے بعد ہم نے بیت اللہ کے پاس نماز پڑھنی شروع کی۔

ابن مسعود ہی کا قول ہے کہ حضرت عمر رضؓ کا قبول اسلام فتح تھی آپکی ہجرت مدد ونصرت تھی اور آپ کی خلافت رحمت تھی۔

حضرت عمر رضؓ کے بیٹے عبداللہ کا بیان ہے کہ "جب حضرت عمر رضؓ مشرف باسلام ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں

الم ناک باب اور دردانگیز داستان ہے۔

مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے والے سب سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر اور ابن ام کلثوم تھے جنہیں حضور علیہ السلام نے مدینہ میں تعلیم القرآن کی غرض سے بھیجا تھا۔ ان کے بعد بلال سعد اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم نے ہجرت کی پھر حضرت عمر رضؓ نے بیس صحابہ رضؓ کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کی۔

(عمر بن خطاب۔ لابن جوزی) ازالۃ الخفا جلد دوم، صـ ۲۰۲ الفاروق صـ ۸۱ بخاری میں بیس کا عدد ہے، نام نہیں دیئے۔

مزاج کی درشتگی اور طبیعت کی سختی ورثہ میں ملی تھی! اگر کہیں آپ اسلام کی دولت سے بہرہ ور نہ ہوتے تو یقیناً ان کی زندگی میں وہی خطاب کا سا انداز ہوتا۔ مگر اسلام لانے کے بعد حضرت عمر رضؓ کا اندازِ طبع بالکل بدل گیا تھا۔ اب انہوں نے تشدد اور انتہا پسندی کی وہ "یک طرفہ" راہ چھوڑ دی تھی جسکا مظاہرہ اپنی بہن اور بہنوئی کے اسلام لانے کی خبر سن کر کیا تھا۔ اب ان کی ذات آمیزش فولاد و ابریشم کا پتہ دیتی تھی۔ وہ بعض مرحلوں پر حد درجہ سختی بھی فرماتے تھے اور بعض موقعوں پر انتہائی

حضرت علی رضؓ روایت کرتے ہیں
میں نے نبی کریم صلعم کو
یہ کہتے ہوئے سنا

**"اے اللہ تو عمر بن خطابؓ کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا فرما!!"**

دعا فرمائی اور حضور علیہ السلام کی دعا بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی۔ ابن عمر رضؓ کہتے ہیں کہ میرے والد (عمر) جب اسلام لائے تو نبی اکرم صلعم نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ "اے اللہ! اس کے سینے سے کینہ اور دشمنی کو نکال دے اور اس کا سینہ نور ایمان سے بھر دے۔" تین مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح ارشاد فرمایا۔

(ازالۃ الخفا۔ جلد دوم)

## ہجرت

مکہ میں جیسے جیسے اسلام پھیلتا جاتا تھا قریش کا غیض وغضب بھی بڑھتا جا رہا تھا مشرکین مکہ نے صحابہ رضؓ کو ایسی ایسی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں کہ اگر اسلام کے جوش ووارفتگی کا اثر نہ ہوتا اور اسلام صحابہ رضؓ کے رگ وریشے میں پوری طرح رچ بس نہ گیا ہوتا تو شاید ایک بھی شخص ان مصائب میں اسلام پر ثابت نہ رہتا۔ یہ حالت چند روز یا چند ماہ قائم نہیں رہی بلکہ پانچ چھ برس اس سختی اور مصیبت کے ساتھ گذرے کہ اس کا ذکر اور تفصیل تاریخ عالم کا انتہائی

## فاروق کی وجہ تسمیہ

ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ سے پوچھا گیا کہ حضرت عمر رضؓ کے لئے "فاروق" کا لفظ کس نے تجویز کیا؟ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ ایوب بن موسیٰ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے عمر کی زبان اور قلب پر حق کو جاری کر دیا اور وہی فاروق ہیں اور اللہ نے عمر رضؓ کے ذریعے حق اور باطل کے درمیان فرق کیا۔ نزال بن سبرہ ہلالی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضؓ سے پوچھا کہ حضرت عمر رضؓ کے بارے میں کچھ بتائیے! حضرت علی رضؓ کہنے لگے "وہ ایک ایسے آدمی ہیں جن کا نام اللہ نے فاروق رکھا ان کے ذریعے حق اور باطل میں فرق کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرمایا کرتے تھے۔" اے اللہ! تو عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما،،

## اخلاق وعادات

یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضؓ کو

نرمی کا بھی ثبوت دیتے تھے مگر ان کی تندخوئی اور نرم مزاجی دونوں برمحل ہوتی تھیں۔ اسلام نے ان کے مزاج میں شگفتگی اور پاکیزگی پیدا کر دی تھی۔ اب ان کی تندخوئی ان کے قابو میں تھی۔ ان کا غیض وغضب اسلام کے تابع ہو چکا تھا۔ اسلام نے ان کی طبیعت میں اس درجہ لچک اور نرمی پیدا کر دی تھی کہ وہ کمزور اور ستم رسیدہ انسانوں کی مدد اور غم خواری میں پیش پیش رہنے لگے تھے۔ اسلام اعتدال پسند ہے اور ہر معاملہ میں افراط وتفریط سے روکتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے ہمیشہ اعتدال اور سہولت کی راہ کو پسند فرمایا اور اسی پر اپنے اصحاب کو چلنے کی تلقین فرمائی۔ اب حضرت عمر رضؓ کا تشدد اور سختی تمام اعمال وافعال سے ہٹ کر صرف ایک بات میں منحصر ہو گیا تھا۔ اب وہ پورے عزم واستقلال اور اپنے مزاج کی سختی کے ساتھ اس راہ پر گامزن تھے جو ان کو ان کے محبوب نبی نے بتلائی تھی۔

اسلام اور نبی آخر الزماں کی سچی تعلیمات نے حضرت عمر رضؓ کی زندگی میں حلم تواضع نرمی انکسار اور عاجزی غرضیکہ سب ہی کچھ شامل کر دیا تھا۔

(باقی اگلے شمارے میں)

# ژوب میں جوگیزئی خاندان کی پریشانی

# تحریک استقلال بلوچستان کے سیکرٹری اطلاعات مستعفی

## کیا بلوچستان میں تحریک استقلال کا فارورڈ گروپ بن جائے گا؟

ضلع ژوب وہ ضلع ہے۔ کہ جس کی خاک میں آج شہید ملت حضرت مولانا شمس الدین ابدی نیند سو رہے ہیں۔ اسی ژوب نے ملک و ملت کے اس سپوت کو جنم دیا۔ اور اب ژوب میں سب سے مقبول جماعت جمعیتہ علماء اسلام ہے، ضلع ژوب کے ہارے ہوئے سیاستدان جن میں تیمور شاہ جوگیزئی، اور سردار محمد عثمان جوگیزئی بھی شامل ہیں، یہ بے چارے حیران و پریشان ہیں، کہ آخر کس طرح سے اپنی سیاست (جو کہ بزنس کے طور پر کرتے ہیں) کو چمکائیں۔ یاد رہے "تیمور شاہ جوگیزئی" وہ شخصیت ہیں، جن کو مولانا شمس الدین نے ۷۰ء میں عبرتناک شکست دی تھی، اور اس شکست کا بدلہ لینے کے لیے اس تیمور لنگ نے مولانا (مرحوم) کو اپنے راستے سے ہٹانے کے لیے۔ بھٹو کے ساتھ یارانہ چھوڑ کر اپنے لیے راہ ہموار کی۔ اور آخر کار یہ اپنے اس شرمناک اور سفاکانہ منصوبے میں کامیاب ہو گئے۔ اور مولانا شمس الدین احمد کے والد حضرت مولانا زاہد صاحب کے مقابلے میں تیمور شاہ "پی، پی" کے ٹکٹ پر کھڑے ہو گئے۔ دھاندلی سے کامیابی کا ڈھونگ رچایا، اور اسمبلی میں پہنچ گئے۔ بھٹو اور پیپلز پارٹی کے زوال کے بعد تو چند دن تو خاموش رہے، لیکن اقتدار کا نشہ اور اپنی محرومی کا احساس انہیں چین لینے نہیں دیتے ہیں۔ اور اب موصوف حیران اور پریشان تھے، کہ کیا کیا جائے، یاد رہے کہ اس سے قبل موصوف لیگی تھے اور پارٹیاں بدلنے کے عادی اس سے ایک لطیفہ یاد آیا، کہ تیمور شاہ جوگیزئی جیسے کسی پارٹی بدلنے والے پوچھا گیا۔ کہ حضور! آپ ہر وقت پارٹیاں کیوں بدلتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ یہ تو بالکل غلط ہے، میں تو صرف ایک ہی پارٹی کارکن رہا ہوں، اور وہ پارٹی ہے "حکومتی پارٹی"۔ تو "تیمور شاہ" بھی محض حکومتی پارٹی میں ہی رہنا پسند فرماتے ہیں، اب کافی سوچ بچار کے بعد شاید کسی سیانے نے اُن کو مشورہ دیا ہے۔ کہ آپ سماجی کام کریں۔ اور اخباری بیانات میں یہ واضح فرمائیں۔ کہ میں قوم کے غم میں دبلا ہو رہا ہوں۔ اور عوام کے تمام مسائل کو بیک وقت حل کرانے کا مطالبہ فرماتے ہوئے، روزانہ "پریس کانفرنس" کریں، موصوف خود تو کچھ پس پردہ رہنا چاہتے ہیں، اور سردار محمد عثمان جوگیزئی کو آگے لا کر اپنی مطلب براری کا حیلہ فرماتے ہیں، انہوں نے "پریس کانفرنس" میں گوہر افشانی کی۔ کہ علماء کو صرف قاضی اور شرعی عدالتوں کا سربراہ ہونا چاہیے سیاست کو ہم جیسوں کے لیے چھوڑنا چاہیئے۔ انہوں نے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ اسمبلی میں نوجوانوں کو بھیجنا چاہیئے اور ہم تمام پشتون علاقے میں بجلی، سڑکیں، اور نہ جانے کیا کچھ بنوانے کے لیے جدوجہد کریں گے۔ سوال یہ ہے، کہ اگر اسمبلی میں نوجوان طبقہ کو بھیجنے میں آپ مخلص ہیں، تو جمعیتہ علماء اسلام نے نوجوان، بلکہ ایک ایسے نوجوان کو ضلع ژوب کی سیٹ پر ٹکٹ دی تھی، جس نے آپ جیسے بوڑھے کو شکست دی، اور پھر اس نوجوان کو جو کہ تعلیم یافتہ بھی تھا۔ آخر کیوں راستے سے ہٹایا گیا۔ اس کے بعد تیمور شاہ جوگیزئی صاحب نے خود کیوں ٹکٹ لی اور اسمبلی میں پہنچے کسی تعلیم یافتہ نوجوان کو کیوں یہ ٹکٹ نہیں دی گئی اور پھر پ۔ پی کی حکومت میں شامل رہتے ہوئے جوگیزئی صاحب کو علاقے میں بجلی، سڑکوں کا خیال نہ آیا۔ اُس وقت تو صرف اپنی تجوری کے بھرنے کا خیال ہی دماغ میں سمایا ہوا تھا۔ اب یکایک عوام کے مسائل آشکارا ہو گئے ہیں۔ جوگیزئی صاحب نے اکتوبر ۷۷ء کے انتخابات میں قبل پشین کے کاکڑ قوم کے تمام معتبرین کو جمع فرمایا، اور اُنہیں جمعیتہ اور قومی اتحاد کی حمایت سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ مگر پشین کے غیور عوام نے اُنہیں ایسے دندان شکن جواب دیا۔ کہ وہاں سے اُن کو بے نیل و مرام واپس ہونا پڑا۔ شُنید ہے، کہ جوگیزئی صاحب پھر مسلم لیگ میں شمولیت کے لیے کوششوں میں مصروف ہیں۔ دیکھیئے کہ سماجی خدمت کے بجائے سیاسی خدمت کب شروع کریں گے۔

تحریک استقلال کی پی۔ این۔ اے سے علیحدگی کے بعد صوبہ سرحد میں گوہر ایوب نے صدائے احتجاج بلند کی۔ اور اصغر خان کی "طلب اقتدار" کی مذمت کی اور تحریک کے صوبائی صدارت سے مستعفی ہو گئے۔ لاہور میں علامہ احسان الٰہی ظہیر مستعفی ہو گئے۔ بلوچستان میں تحریک استقلال میں اس فیصلے پر لے دے ہو رہی تھی اور بلوچستان کے عوام تحریک کے لیڈر سے سوال کرتے تھے، کہ آپ لوگوں نے یہ کیا کیا۔؟ بلوچستان میں تحریک استقلال کے سات، آٹھ ارکان نے تحریک میں حصہ لیا۔ ان میں سب سے زیادہ کام ارباب سکندر احمد کانسی تھے، جنہیں پاکستان قومی اتحاد ضلع کوئٹہ کا جنرل سیکرٹری بھی منتخب کیا گیا تھا۔ تحریک استقلال کی علیحدگی کے فوراً بعد میں نے ارباب صاحب سے استفسار کیا

بقیہ صـ ۲۸ پر

خانقاہ موسیٰ زئی شریف: (ڈیرہ اسماعیل خان)

المرسل ۔ صاحبزادہ عزیز احمد کندیاں شریف

# قدوۃ السالکین حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب قدس سرہٗ

## • جانشین حضرت حاجی دوست محمد صاحب قندھاری علیہ الرحمتہ

حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب قدس سرہٗ جانشین حاجی دوست محمد قندھاری کی ولادت باسعادت اپنے آبائی گاؤں موضع لونی (مضافات کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان صوبہ سرحد) میں ۱۲۴۴ھ ہجری کو ہوئی، آپ علمی خاندان کے چشم چراغ اور فقیر، عابد، زاہد اور جلیل القدر باپ کے لخت جگر ہیں، سن شعور کو پہنچنے پر آپ کو والد ماجد نے حصول تعلیم کی خاطر گھر سے رخصت فرمایا۔ آپ انہماک سے حصول تعلیم میں مشغول رہے اور علمی مراتب طے کرتے گئے۔ جب فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب ھدایہ پر پہنچے تو آپ پر عجیب و غریب کیفیت طاری رہنے لگی۔ مشیت ایزدی کے تحت برگزیدہ بندوں پر ابتدا ہی سے انوارات و انعامات ہوتے رہتے ہیں، اسی قسم کا سلسلہ حضرت عثمان صاحب پر بھی شروع تھا، جاذبہ حق بڑھتا جا رہا تھا۔ نوبت بایں بہار رسید کہ ہر وقت استغراق کی سی کیفیت رہنے لگی۔ نہ مطالعہ ہو سکتا نہ اسباق کما حقہ ہو سکتے رو رنہ تکرار کی طرف طبیعت مائل ہوتی۔ بالآخر جاذبہ حق کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنے استاذ مکرم کی خدمت میں حد خواہش کی کمی نے تعلیم کا ذریعہ جاری رکھنا مشکل ہوگیا، اب یہ تعلیم کو ملتوی کر کے کسی اہل اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کا شرف حاصل کروں شاید اس طرح غلبہ حال اور جوش دروں کا مداوا ہو سکے استاذ مکرم سے اجازت ملتے ہی شیخ طریقت اہل اللہ کی تلاش میں نکلے، چودھوان پہنچنے پر معلوم ہوا کہ یہاں سے دو میل جنوب کی طرف حضرت حاجی دوست محمد قندھاری علیہ الرحمتہ کا قافلہ فروکش ہے، حضرت عثمان صاحب عصر کے وقت حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نماز عصر کے بعد بیعت کی درخواست دی تو حاجی صاحب نے یہ فرما کر انکار کر دیا کہ فقیری اختیار کرنا بڑا دشوار کام ہے، لیکن حضرت محمد عثمان صاحب نے مزید اصرار کیا تو یہ فرما کر ٹال دیا کہ مغرب کے بعد دیکھا جائے گا۔ لیکن بروز جمعتہ المبارک ۹ جمادی الثانی ۱۲۶۶ھ ہجری کو بعد نماز مغرب حاجی صاحب نے خصوصی شفقت فرماتے ہوئے بیعت فرمایا حضرت عثمان صاحب خود فرماتے ہیں۔

صرف، نحو، علم عقائد، فقہ، اصول فقہ، اور تفسیر و حدیث کی جو کتابیں میں نے پڑھی تھیں، اگرچہ یاد تھیں۔ اور اُن کے نقوش ذہن میں محفوظ تھے لیکن نگاہ ان کے ظواہر سے آگے نہ جا سکتی تھی۔ اس لیے حضرت حاجی صاحب نے ازراہِ مرحمت فقیر کو دوبارہ تفسیر و حدیث اور کتبِ تصوف کا درس دینا شروع کر دیا۔ گویا یوں سلسلہ تعلیم جو معرضِ التوا، میں پڑ گیا تھا اسے نہ صرف تازہ کر دیا بلکہ علم ظاہر کے ساتھ اس کے تمام باطنی حقائق و معارف بھی مجھ پر آشکار فرما دیئے،

چنانچہ حضرت حاجی صاحب قبلہ علیہ الرحمتہ سے مندرجہ ذیل کتابیں بڑی تحقیق و توجہ سے پڑھیں۔ مشکوٰۃ شریف صحاح ستہ یعنی بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی ابو داؤد اور ابن ماجہ، علم الاخلاق میں، احیاء العلوم کامل، علم التفسیر میں بغوی کامل، اور علم التصوف میں، مکتوب مجددیہ ہر سہ دفتر، اور مکتوباتِ معصومیہ ہر سہ دفتر ——— ان کے علاوہ حضرت نے تصوف کے متعدد رسائل اور کتب اپنی خاص توجہ سے فقیر کو پڑھائیں۔ بحمد اللہ حضرت والا کی عنایت سے روح علمی استدلال سے گذر کر عرفان و ایقان کے درجہ پر پہنچ گئی۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ کو اپنے مرید کے ساتھ کس قدر محبت اور الفت تھی کہ ظاہری و باطنی تکمیل کے لیے ہمہ تن متوجہ رہے، حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بیعت کے بعد حضرت حاجی صاحب قدس سرہ سے ایسے وابستہ ہوئے کہ سفر و حضر میں ہمیشہ ساتھ رہے، یہاں تک کہ جب ۱۲۸۴ھ میں حاجی صاحب رح کا وصال ہوا تو کل مدت جو اپنے شیخ کی خدمت میں گذاری تھی وہ اٹھارہ سال، چار ماہ اور تیرہ دن تھی، آپ ہر وقت حضرت شیخ کی خدمت میں مشغول رہتے، اور ہر وقت شیخ ہی کے تصور میں گم رہتے رات کو جب حاجی صاحب گھر تشریف لے جاتے تو خواجہ عثمان صاحب جاڑوں کی شدید سردی کی راتوں میں صرف ایک ململ کے کرتے میں حضرت کے دروازے پہ کھڑے رہتے، تاکہ جب بھی حضرت شیخ کو ضرورت ہو اور آواز دیں تو مجھ کو حاضر پائیں، اور اپنی خدمت کا موقع بخشیں۔

**جانشینی!** قبلہ حاجی رح صاحب کے خلفاء میں حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب قدس سرہٗ خلیفہ اعظم تھے اور کمال و تکمیل کے منصبِ جلیل پر فائز تھے اس لیے حاجی صاحب رح نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں آپ کو اپنا جانشین نامزد فرمایا اور اپنی زیر نگرانی متعدد

باقی صـ۱۸ پر







# امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

اسلام کے زندہ معاشرے میں ایسے عظیم انسان پیدا کیے جن کی رُوح بے قرار حریت وافکار اور دہکتے ہوئے کردارِ انسانی تاریخ کے حسین نقش ونگار بناتے رہے۔ امام ابن تیمیہؒ ان ہی تاریخ ساز شخصیتوں میں سے ایک تھے۔ علمی وفکری میدان میں تحقیق وتجسس کے وہ گلشن کھلائے کہ آج بھی نسیم وہیں سے مہک لاتی ہے، ایک ہزار کتابوں کے یہ جلیل القدر مُصنف جب محرابِ علم سے نکل کر میدانِ قتال کی طرف نکلے تو تاتاریوں کا رُخ پھیر دیا۔ جرارت مندی اور حق گوئی کا یہ عالم کہ سطوتِ شہنشاہی سرنگوں ہوگئی، بدعتوں کا خرمن ایک نگاہِ غلط انداز سے جلا ڈالا اور صدق وصفا کے آئینہ میں رُخسارِ زندگی یوں دمک اٹھے کہ ان پر حرص وہوا کی گرد پڑی ہی نہ تھی۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا خاندان شمالی عراق کے تاریخی شہر حرّان کا مشہور علمی اور ادبی خاندان تھا۔!

شیخ الاسلام کے دادا ابوالبرکات مجدّد الدین ابن تیمیہ کا شمار مذہب حنبلی کے ائمہ واکابر میں ہے۔ شیخ الاسلام کے والد شہاب الدین عبدالحلیم ابن تیمیہ عالم ومحدث فقیہہ اور صاحب درس وافتار تھے۔ اس نامور اور مخلص علمی ودینی خاندان میں دوشنبہ ۱۰ ربیع الاول ۶۶۱ھ — (۱۲۶۳ء) میں تقی الدین ابن تیمیہ کی ولادت ہوئی۔ باپ نے احمد تقی الدین نام رکھا۔ بڑے ہوکر انہوں نے ابوالعباس کنیت اختیار کی، لیکن خاندانی لقب ابن تیمیہؒ سب پر غالب آیا اور وہ اسی نام سے مشہور ہیں۔

خاندانِ ابنِ تیمیہؒ کی وجہِ تسمیہ مؤرخین نے یہ بیان کی ہے کہ امام صاحب کے جدّا مجد محمد بن خضر ایک مرتبہ حج کرنے گئے۔ یمن کی بستی تیما میں سے گذرے تو وہاں ایک نہایت خوب صورت اور پاکیزہ اطوار کی لڑکی دیکھی حج سے واپس آئے تو گھر میں بچی کی ولادت کا حال معلوم ہوا۔ چنانچہ محمد بن خضر اپنی اس بچی کو پیار سے تیمیہ کہ کر پکارتے تھے، پھر وہی اس کا نام ہوگیا۔

ابنِ تیمیہؒ سات برس کے تھے کہ ان کا وطن حرّان تاتاری حملہ کی زد میں آگیا۔ مجبور ہوکر ان کا خاندان بھی شرفاء وعلماء کے صدہا خاندانوں کی کسی اسلامی ملک میں پناہ ڈھونڈنے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ اس وقت تاتاریوں کی غارت گری سے بچا ہوا سب سے قریب ملکِ شام تھا —— اس خاندان نے دمشق ہی کا رُخ کیا۔ اس پریشانی وبے سروسامانی کی حالت میں اس علمی خاندان نے اپنے قیمتی کتب خانے کو جو کئی پشتوں کا اندوختہ اور ایک علمی سرمایہ تھا، جدا کرنا گوارہ نہیں کیا۔ چنانچہ سب مال ومتاع چھوڑ کر کتابیں ایک گاڑی پہ بار کیں اور روانہ ہوگئے۔ تاتاریوں کا کھٹکا لگا ہر طرف دہشت پھیلی ہوئی تھی۔ عورتوں اور بچوں کا ... تھا۔ بڑی مشکل یہ تھی کہ جانوروں کے دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے کتابوں کی گاڑی خود کھینچنا پڑتی تھی۔

دمشق پہونچتے ہی اس علمی گھرانے کی آمد کی خبر ہوگئی۔ چند دن کے اندر ہی جامع اموی اور دارالحدیث السکریہ میں عبدالحلیم ابن تیمیہؒ کا درس شروع ہوگیا۔ کمسن احمد ابن تیمیہؒ نے بہت جلد قرآن مجید کے حفظ سے فراغت کرلی اور حدیث وفقہ اور عربیت کی تحصیل میں مشغول ہوگئے۔

مؤرخین نے قبائلِ عرب میں کسی قبیلے کی طرف امام صاحب کو منسوب نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عربی نہیں تھے۔ غالب قیاس یہ ہے کہ وہ کُردی تھے۔ کُرد قوم بڑی بہادر تھی، باحوصلہ اور بلند ہمت تھی۔ اس کی سیرت وکردار میں قوت کا رنگ جھلکتا ہے اور آتش خوئی کا بھی۔ یہ تمام صفات امام صاحب میں واضح اور نمایاں طور پر موجود تھیں۔ قرآن کریم بچپن ہی میں حفظ کرلیا اور زندگی بھر اس کا دَور کرتے رہے امام صاحب کے شوقِ تلاوت کا یہ عالم تھا کہ اپنی زندانی زندگی کے دَور میں بھی تلاوت قرآن کا کبھی ناغہ نہ کیا اور یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے جیل میں اسّی سے زیادہ قرآن ختم کیے۔ حفظ قرآن کے بعد امام صاحب حفظِ حدیث ولغت کی طرف متوجہ ہوئے۔ احکام فقہ کی معرفت حاصل کی اور ان کا بڑا حصّہ ازبر کرلیا۔ حدیث کے ساتھ ساتھ امام صاحب نے دُوسرے علوم وفنون کے حصول پر بھی پوری توجہ مبذول فرمائی۔ چنانچہ علوم ریاضی میں خاصی دسترس حاصل کی اور علوم عربیہ خوب ذوق شوق سے پڑھے۔ وہ ہر مضمون کا اس محویت سے مطالعہ کرتے تھے گویا پوری زندگی اس کے لیے وقف کرچکے ہیں عربی ادب کا بہت سا کلام نظم ونثر حفظ کیا۔ اخبارِ عربِ قدیم سے بڑی دلچسپی تھی، اسے بھی حاصل کیا۔

تاریخ جنگ و پیکار کا مطالعہ کر لیتے، مسلمانوں کے عہدِ زرّیں اور ان کی مملکتوں کے حالات اور عروج و زوال کے اسباب دیکھا بھالا پڑھا۔ فن نحو سیکھا۔ ایک طرف تو یہ کیفیت تھی کہ امام صاحب مذکورہ علوم و فنون میں غیر معمولی مصروف و منہمک تھے۔ دوسری طرف یہ عالم کہ دل و جان سے قرآن پاک کی تفسیر کے اسرار و رموز کی گرہ کشائی میں لگے ہوئے تھے۔ تمام متعلقہ کتابیں اس مقصد کے لیے کھنگال ڈالیں۔ ایک ایک لفظ کا پوری توجہ سے مطالعہ کیا۔ جو کچھ ممکن تھا اسے پڑھا، سوچا سمجھا۔ امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ ان سے ان کے علمی پائے تک پہونچنے کا ماجرا پوچھا گیا تو فرمایا:

" میں نے علم و فقہ کے معدن میں زندگی کے دن بسر کیے، اہل علم کی خدمت میں حاضر رہا۔ جو بلند پایہ فقیہہ نظر آیا اس کا دامن نہ چھوڑا۔"

بالکل یہی کیفیت امام تقی الدین ابن تیمیہؒ کی بھی تھی انہوں نے اپنے صاحب علم و فضل والد کا دامن پکڑا اور ان سے وابستہ رہے۔ جو بلند مرتبت عالم نظر آیا حصول فیض کے لیے اس کے در پر تشنہ لب پہونچے اور سیراب ہو کر واپس آئے۔

ابن تیمیہؒ کا خاندان قوتِ حافظہ اور کثرتِ حفظ میں مشہور تھا، ان کے دادا اور والد دونوں بڑے قوی الحفظ تھے، لیکن تقی الدین احمد ابن تیمیہؒ اس نعمت میں اپنے پورے خاندان سے سبقت لے گئے، بچپن ہی میں ان کے عجیب و غریب حافظے اور سرعتِ حفظ نے علماء و اساتذہ کو متحیر کر دیا اور دمشق میں اس کی شہرت پھیل گئی۔ ایک دفعہ حلب کے ایک بڑے عالم دمشق آئے۔ انہوں نے سنا کہ ایک بچہ ہے جس کا نام احمد ابن تیمیہ ہے اور وہ بہت جلد یاد کر لیتا ہے۔ ان کو اس کے دیکھنے اور امتحان لینے کا شوق پیدا ہوا۔ جس راستے سے ابن تیمیہؒ گزرا کرتے تھے وہاں ایک درزی کی دکان پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد کچھ بچے مکتب جاتے ہوئے گذرے۔ درزی نے کہا۔ دیکھیے! وہ بچہ جس کے ہاتھ میں بڑی سی تختی ہے وہی ابن تیمیہؒ ہے۔ شیخ نے اس بچے کو آواز دی، وہ آیا تو اس کی تختی لے لی اور کہا: بیٹا! اس تختی پر جو کچھ لکھا ہوا ہے، اس کو پونچھ ڈالو جب وہ صاف ہو گیا تو انہوں نے اس پر کوئی گیارہ یا تیرہ حدیثیں لکھوا دیں اور کہا: ان کو پڑھ لو۔ بچے نے اس کو ایک مرتبہ غور سے پڑھا شیخ نے تختی اٹھا لی اور کہا سناؤ! بچے نے پوری حدیثیں سنا دیں۔ شیخ نے کہا: اب ان کو بھی پونچھ ڈالو! پھر چند سندیں لکھدیں اور کہا: پڑھو۔ بچے نے ایک بار غور سے دیکھا اور پھر سنا دیا۔ شیخ نے یہ تماشا دیکھ کر فرمایا:

" اگر یہ بچہ جیتا رہا، تو کوئی چیز بنے گا"!

ابن تیمیہؒ کی بے نظیر قوتِ حافظہ کی ایک مثال دیکھیے:

ایک دفعہ آپ کے والد اپنے سب بچوں کو تفریح کے لیے باغ میں لے جا رہے تھے۔ انہوں نے ابن تیمیہؒ سے بھی کہا:

" احمد! تم بھی بھائیوں کے ساتھ چلنے کے لیے تیار رہنا۔ تفریح ہو جائیگی"۔

آپ نے معذرت کر دی اور والد کے اصرار کے باوجود باغ میں نہ گئے۔ شام کو ان کے بھائی واپس آئے تو والد نے ابن تیمیہؒ سے کہا:

احمد تم بھی بھائیوں کے ساتھ چلے جاتے تو تمہارے بھائی بہت خوش ہوتے وہ ہر لمحے تمہاری عدم موجودگی کو بُری طرح محسوس کرتے رہے"

آپ نے یہ سُن کر نہایت ادب سے کہا:

" ابا جان! میں نے آج یہ کتاب حفظ کر ڈالی"

ایک کتاب دکھائی۔ والد نے تعجب سے پوچھا

ساری کتاب! اچھا سناؤ تو:

ہونہار بیٹے نے ساری کتاب فرفر سنا دی۔! والد نے انہیں گلے سے لگا لیا۔ پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا: کسی سے کہنا مت۔ مبادا نظر بد کا شکار ہو جاؤ"

امام صاحب کے ایک معاصر ذہبیؒ نے ان کی صورت و سیرت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:

" سفید رنگ، سیاہ بال، سیاہ ڈاڑھی جس کے بال کانوں کی لو تک پہونچے ہوئے آنکھیں کیا تھیں چشم گویا تھیں، چوڑا چکلا بدن، مونڈھے فراخ آواز بلند اور شیریں فصاحت و بلاغت کا جوہر نمایاں کبھی غصہ بھی آجاتا تو اس کو اپنے حلم سے دبا لیتے، بارگاہِ الٰہی میں عجز و نیاز، آہ و زاری اللہ کی طرف توجہ اور اس سے مدد طلبی میں آپ جیسا کوئی شخص دیکھنے میں نہیں آیا۔ ان کی شخصیت میں ایک خاص قسم کا دبدبہ تھا اور زبان میں عجیب اثر اور حلاوت کہ جس سے بات کرتے اس کے دل میں اترتے چلے جاتے"

ابن شاکر نے لکھا ہے کہ:

" ابن تیمیہؒ نہایت متقی، پرہیزگار اور عابد تھے۔ ان کی پوری زندگی اللہ کے مقرر کردہ حدود کی پابندی میں گزری، ان کا لباس امیروں کی طرح شاندار اور بیش قیمت نہ ہوتا تھا اور نہ وہ علماء کی طرح عمامے، اور جبّے کے قائل تھے، جو مل جاتا پہن لیتے، جو مل جاتا کھا لیتے، آپ کے متعلق آپ کی زندگی میں اور وفات کے بعد بہت سے لوگوں نے بے شمار خواب دیکھے۔

لوگ امام صاحب کی باتیں سننے کے لیے آتے اور مرید و معتقد اور ثنا خواں بن کر واپس جاتے۔ ان کے گرد مخلصوں اور فداکاروں کا ہجوم رہتا، ان کے درس میں ہر طبقے اور ہر خیال کے لوگ شریک ہوتے۔ موافق بھی اور مخالف بھی، اہل بدعت، اہل سنت اور مذاہب شیعہ کے پیروکار بھی۔ امام صاحب کے شاگردوں کی تعداد کا کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا اس دور کے علماء جب امام صاحب کی یہ شان دیکھتے تو حیران و ششدر رہ جاتے۔ ابن دقیق جو اپنے زمانہ میں فن حدیث اور دوسرے مروّجہ علوم میں سند کی حیثیت رکھتے تھے، ابن تیمیہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

**ابن تیمیہؒ کا خاندان قوتِ حفظ اور کثرتِ حفظ میں مشہور تھا!**

"یہ ایسا شخص میری نظر سے گذرا ہے کہ سارے علوم اس کے آگے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں۔ یہ شخص علوم کے عظیم خزانہ میں جو چاہتا ہے ہاتھ بڑھا کر اٹھا لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے رد کر دیتا ہے۔"

ایک اور موقع پر ابن دقیقؒ نے امام صاحب سے ملنے اور ان کا کلام سننے کے بعد ارشاد فرمایا:

"میرا خیال تھا کہ اب اللہ تعالیٰ آپ جیسا آدمی کہاں پیدا کرے گا۔"

## تاتاریوں سے جہاد

۶۹۹ھ میں تاتاریوں نے شام پر حملہ کیا۔ ۲۷ ربیع الاول کو دمشق کے باہر قازان اور سلطان مصر و شام کے درمیان معرکہ پیش آیا۔ مسلمان جم کر لڑے اور بہادری سے مقابلہ کیا لیکن مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ سلطانی افواج نے مصر کا رخ کیا اور اہل دمشق نے دمشق میں پناہ لی۔ یہ شکست مصری افواج کی واپسی اور تاتاریوں کی پیش قدمی کے خطرے سے شہر میں بدحواسی پھیلی ہوئی تھی۔ بڑے بڑے علما اور سربرآوردہ اشخاص شہر چھوڑ کر مصر کا رخ کر رہے تھے۔ تاجر اور عوام شہر چھوڑ چکے تھے۔ حکومتی عملہ رخصت ہو چکا تھا۔ حکام میں سے ابھی صرف منتظم قلعہ مقیم تھا۔ طرفہ یہ ہوا کہ قیدی جیل خانہ توڑ کر نکل آئے۔ اوباشوں نے بھی موقع سے فائدہ اٹھایا ادھر دمشق میں یہ طوفان بدتمیزی قائم تھا، ادھر قازان کی آمد کا غلغلہ تھا جس سے رہے سہے حواس اور پراگندہ تھے۔

## قازان کے دربار میں

یہ حالات دیکھ کر اعیان شہر اور ابن تیمیہؒ نے مشورہ کیا کہ اور یہ قرار پایا کہ ابن تیمیہؒ چند علماء رفقاء کی معیت میں قازان سے ملاقات کریں اور دمشق کے لیے پروانۂ امن حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

دوشنبہ ۲ ربیع الثانی ۶۹۹ھ کو دمشق کے نمائندہ اور اسلام کے سفیر ابن تیمیہؒ تاتاریوں کے جبار بادشاہ قازان سے ملاقات ہوئی۔ شیخ کمال الدین جو ابن تیمیہ کے ساتھ گئے تھے اور اس مجلس میں شریک تھے، اس ملاقات کا حال بیان کرتے ہیں:

"امام ابن تیمیہ تاتاریوں کے لشکر میں پہنچے۔ شاہ قازان اور دوسرے سرداروں سے ملاقات کی۔ قازان تاتاریوں کا پہلا مسلمان سلطان تھا۔ امام صاحب کے پاس تلوار تھی نہ خنجر، لیکن ایمان اور تقویٰ کے اسلحے سے مسلح تھے۔ ہیبت اور جلال کی خاص کیفیت ان پر طاری تھی۔"

"امام صاحب کے ساتھ وفد میں شریک ہو کر میں بھی گیا تھا۔ انہوں نے سلطان کے سامنے آیات قرآنی کی تلاوت کی اور احادیث رسول کا، بیان عدل و انصاف کے موضوع پر شروع کر دیا۔ ان کا لہجہ بلند ہوتا جا رہا تھا اور وہ جوش کے عالم میں سلطان کے قریب پہنچتے جا رہے تھے اور سلطان ہمہ تن گوش ان کی تقریر سن رہا تھا، سراپا التفات بنا ان کی طرف متوجہ تھا۔ تصویر حیرت بنا کر ان کی طرف دیکھ رہا تھا اور دم سادھے بیٹھا تھا۔ اس کے دل پر امام صاحب کی دہشت پھیل گئی تھی۔ اپنی بدنام تند خوئی اور درشت مزاجی کے باوجود سہما ہوا تھا، لیکن محبت بھری نظروں سے ٹکٹکی باندھے امام صاحب کی صورت دیکھ رہا تھا آخر رہا نہ گیا، بول اٹھا:

یہ کون بزرگ ہیں؟ میں نے آج تک اس جگرے کا آدمی نہیں دیکھا نہ کسی کی بات یوں تیر کی طرح میرے دل میں بیٹھی نہ کسی کے سامنے میں نے اپنے آپ کو ایسا بے بس پایا۔"

سلطان کو بتایا گیا کہ اس کا مخاطب علم و عمل کے اعتبار سے کیسا بلند مرتبت شخص ہے۔ ادھر امام صاحب کی تقریر پوری گھن گرج کے ساتھ جاری تھی:

"اے قازان! تیرا دعویٰ ہے کہ تو مسلمان ہے، تیرے ساتھ قاضی بھی ہیں اور شیخ بھی، اذان دینے والے موذن بھی جو خدائے واحد کے نام پر لوگوں کو بلاتے اور پکارتے ہیں۔ تیرے باپ دادا کافر تھے لیکن وہ سیرت و کردار میں تجھ سے آگے تھے، جو عہد کیں تم نے مسلمان ہو کر کی ہیں وہ انہوں نے کافر ہو کر بھی نہ کی تھیں۔ وہ عہد کرتے تو اسے پورا کرتے تھے، مگر تو نے پیمان وفا باندھا اور توڑ دیا، جو بول تیرے منہ سے نکلے شرمندۂ عمل نہ ہوئے۔"

امام صاحب نے تقریر ختم کی اور اٹھ کھڑے ہوئے لیکن قازان نے نہایت اصرار سے آپ کو روکا اور دسترخوان پر لے گیا۔ وفد کے دوسرے لوگوں نے کھانا کھایا، لیکن امام صاحب نے ہاتھ روک لیا۔ قازان نے پوچھا: آپ کیوں نہیں تناول فرماتے؟

ارشاد فرمایا:

"اے سلطان! میں تیرا کھانا کس طرح کھا سکتا ہوں۔ یہ کھانا وہی تو ہے جو لوگوں کو لوٹ کر تیار کیا گیا ہے۔ یہ جو کچھ پکا ہوا سامنے موجود ہے یہ انہی درختوں کی ٹہنیوں پر پکایا ہے جو از راہ ظلم و جور کاٹے گئے ہیں۔"

قازان نے ندامت سے سر جھکا لیا پھر امام صاحب سے دعا کی درخواست کی۔ امام نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:

اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ ہے کہ قازان نے اس لیے تلوار میان سے نکالی ہے کہ تیرا کلمہ بلند ہو اور تیری راہ میں جہاد کرے تو پھر اس کی مدد کیجیو، اسے اپنی نصرت سے نوازیو۔ لیکن اگر یہ جنگ زرگری میں مبتلا ہے، دنیا اور بادشاہت اور توسیع مملکت کے لیے برسرپیکار ہے تو پھر اس سے اچھی طرح سے سمجھ لیجیو۔"

حالت یہ تھی کہ امام صاحب دعا کر رہے تھے اور قازان کے منہ سے آہستہ آہستہ آمین کے الفاظ نکل رہے تھے۔ ادھر ہم اس خوف سے اپنے دامن سمیٹے بیٹھے تھے کہ امام صاحب کی گردن ضرور اڑا دی جائے گی اور خون کے چھینٹے ہمارے لباس پر پڑیں گے۔ پھر جب ہم دربار سلطانی سے اٹھ کر باہر آئے تو ہم نے امام صاحب سے کہا:

آپ نے تو آج ہم سب کی جان ہی لے لی تھی، بس سدھاریئے۔ ہم آپ کے ساتھ نہیں جاتے۔

امام صاحب نے فرمایا:

"میں خود آپ حضرات کے ساتھ جانے کو تیار نہیں، جائیے تشریف لے جائیے"

چنانچہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور امام صاحب

پیچھے مڑ گئے۔ ان کے اس کارنامہ کا حال سُن کر شہر کی عورتیں، مرد، غریب اور امیر سب استقبال اور دیدار کے لیے آن موجود ہوئے۔ جب امام شہر میں داخل ہوئے تو سینکڑوں عقیدت مند اور ثنا خوانوں کا ہجوم ہمرکاب تھا۔ اور ہماری یہ گت بنی کہ ہم امام صاحب سے جدا ہو کر آگے بڑھے تو غارت گروں کی ایک جماعت نے ہم پر چھاپا مارا اور کپڑے تک اُتروا لیے۔!!

## تاتاریوں کی شکست

۷۰۲ھ میں تاتاری پھر دمشق کی طرف بڑھے۔ ابن تیمیہؒ مصر گئے اور سلطان کو جہاد پر آمادہ کیا۔ ۲ رمضان کو شقحب کے میدان میں ایک طرف شامی و مصری فوجیں اور دوسری طرف تاتاری لشکر صف آرا ہوا۔ سلطان خود بنفس نفیس لشکر میں موجود تھا۔ خلیفہ عباسی ابوالربیع سلطان کے پہلو میں تھے۔ ابن تیمیہؒ کو فتح کا اس قدر یقین تھا کہ امراء و عوام سے قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ تم اس مرتبہ ضرور فتح پاؤ گے۔ بالآخر دونوں لشکر آپس میں گتھ گئے۔ اور جنگ کا بازار گرم ہوا۔ سلطان نے بڑی ہی ثابت قدمی دکھائی۔ سخت معرکہ ہوا۔ بڑے بڑے ترکی اُمراء کام آئے۔ بالآخر مسلمانوں کو فتح ہوئی اور تاتاریوں کے قدم اکھڑ گئے۔ بھاگنے والوں کی ایک بڑی تعداد گھاٹیوں اور خطرناک جگہوں میں گر کر اور دریائے فرات ڈوب کر ہلاک ہو گئی۔

## اصلاحِ عقائد اور ازالۂ منکرات

تاتاریوں کے قصے سے فراغت پا کر امام ابن تیمیہؒ نے حسب معمول پوری سرگرمی کے ساتھ درس و تدریس اشاعتِ سنت اور ردّ بدعات کا کام شروع کر دیا۔ اور شرک و جاہلیت کے خلاف جہاد میں مشغول ہو گئے جو ان کا محبوب مشغلہ اور زندگی کا ایک بڑا مقصد تھا۔ اس زمانے میں عیسائیوں اور یہودیوں کے اختلاط اور فاسد العقیدہ اور جاہل مقتداؤں کی تعلیم سے مسلمانوں میں بہت سے ایسے اعمال آ گئے تھے جو جاہلیت کی یادگار اور مشرک و بُت پرست اقوام کا شعار تھا۔

دمشق کے کنارے نہر قلوط کے کنارے ایک چٹان تھی، جس کے متعلق مختلف قسم کی روایات مشہور تھیں۔ یہ جہلاء اور توہم پرست مسلمانوں کے لیے ایک فتنہ بن گیا۔ مسلمان جاتے تھے اور وہاں منتیں مانتے تھے۔ ابن تیمیہؒ رجب ۷۰۴ھ میں مزدوروں اور سنگ تراشوں کو ساتھ لے کر وہاں گئے اور اس چٹان کو کاٹ کر ایک بڑے فتنے کو ختم کر دیا۔ وہ شریعت اور سنت کے خلاف جو عمل دیکھتے اس کو حتی الامکان اپنے ہاتھ سے روکنے کی کوشش کرتے، اس لیے کہ ایمان کا یہ اعلیٰ درجہ اور دینی حمیت کا اوّلین تقاضا ہے۔ حکام کو اُمورِ سلطنت سے فرصت نہ تھی، علماء بعض اوقات بہت سی چیزوں کو اہمیت نہیں دیتے تھے۔ اور بعض اوقات انکار و مخالفت کرنے سے جھجکتے تھے، اس لیے ابن تیمیہؒ کو اکثر یہ کام خود انجام دینا پڑتا تھا۔

رجب ۷۰۴ھ کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس ایک پیر مرد جو اپنے کو المجاہد ابراہیم بن القطان کہتا تھا لایا گیا۔ اس نے بہت لمبی چوڑی گدڑی پہن رکھی تھی۔ بال اور ناخن بڑھے ہوئے تھے۔ لبیں منہ پر آ رہی تھیں۔ گالی اور فحش کثرت سے بکتا تھا اور نشہ آور چیزوں کا استعمال بھی کرتا تھا۔ ابن تیمیہؒ نے اس کی گدڑی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کا حکم دیا۔ سب طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے اور اس کا تار تار تبرک ہو گیا۔ سر کے بال اور لبیں ترشوائیں، ناخن کٹوائے، فحش گوئی سے اور نشے سے اس کی توبہ کرائی گئی۔

## علماء و صوفیا کی مخالفت

دمشق میں ابن تیمیہؒ کی ایک طرح کی دینی سیادت قائم ہو گئی تھی۔ وہ اگر دیکھتے کہ حکومت کسی بدعت یا فعل منکر کے روکنے میں تساہل سے کام لے رہی ہے اور علماء خاموش ہیں تو وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے اور خود شرعی احکام کا اجراء کرتے۔ ان کے ساتھ عقیدت مند تلامذہ اور دیندار اور صحیح العقیدہ عوام کی ایک بڑی جماعت تھی۔ اور ان کا حلقہ اثر بڑھتا جاتا تھا۔ ان کے علم و تقریر کے سامنے کسی کا چراغ نہ جلتا تھا۔ وہ جہاں رہتے سب پر چھا جاتے تھے درس دیتے تھے تو درس کی دوسری محفلیں بے رونق ہو جاتی تھیں۔ تقریر کرتے تھے تو علم کا دریا امڈتا نظر آتا تھا۔ ان کی شخصیت کی اس دلآویزی، بلندی اور عوام و خواص میں مقبولیت نے حاسدوں کا ایک طبقہ پیدا کر دیا جو ان کے زوال کا متمنی اور ان کی اہانت کے درپے تھا۔

شیخ کی مخالفت کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ اس زمانے اور اس نسل کی عام ذہنی و علمی سطح سے بلند تھے۔ اپنے زمانے کی سطح سے بلند ہونا ایک نعمت خداداد اور قابل رشک کمال ہے، مگر اس کمال کی صاحب کمال کو بڑی قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ وہ صاحب کمال اپنے معاصرین کی طرف سے ایک مسلسل ابتلا اور آزمائش میں رہتا ہے اور وہ معاصرین اس صاحب کمال کی طرف سے زندگی بھر ایک مصیبت اور زحمت میں مبتلا رہتے ہیں۔ وہ اس کی تازگی فکر، بلندیٔ نظر، قوت اجتہاد کا ساتھ نہیں دے سکتے اور اس کے آفاق علم و فکر تک ان کی رسائی نہیں ہوتی۔ اور وہ صاحب کمال ان کے معیّن و محدود اصطلاحات اور مدرسی حدود میں مقید نہیں رہ سکتا وہ علم و نظر کی آزاد فضاؤں اور قرآن و حدیث کے بلند اور وسیع آفاق میں آزادانہ پرواز کرتا ہے۔

ان سب اسباب نے مل کر شیخ الاسلام کو عمر بھر ابتلا و آزمائش میں رکھا۔ انہیں کئی بار قید و بند کے مراحل سے گذرنا پڑا، حتیٰ کہ قید ہی کی حالت میں انتقال ہوا۔ شیخ جہاں کہیں بھی رہے انہوں نے اپنا کام جاری رکھا۔ جیل سے باہر ہوتے تو علم درس و استفادہ میں مشغول رہتے۔ ان کی ان مجالس میں لوگ دُور دُور سے شرکت کے لیے آتے اور عوام و خواص سب علمی و دینی فوائد اٹھاتے، جیل میں ہوتے تو وہاں بھی اصلاح عقاید، تطہیر افکار اور تزکیۂ نفوس کا کام جاری رہتا۔

۷۰۵ھ میں انہیں پہلی مرتبہ مصر طلب کر کے مشہور قید خانے "جب" (کنواں) میں قید کر دیا گیا۔ جیل میں ان کا شب و روز کا ذکر کرتے ہوئے "الکوکب الدریہ" کے مصنف لکھتے ہیں کہ:

"شیخ جب مجلس میں پہنچے تو دیکھا کہ قیدی لہو و لعب اور تفریحات میں مشغول ہیں اور اس طرح اپنا دل بہلاتے اور نیت

کاٹتے ہیں شطرنج چوسر وغیرہ کا زور ہے نمازیں بے تکلف قضا ہوتی ہیں۔ شیخ نے اس پر اعتراض کیا اور قیدیوں کو نماز کی پابندی اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اعمال صالحہ اور تسبیح واستغفار و دُعا کی طرف متوجہ کیا اور سنت کی تعلیم اور اعمال خیر کی ترغیب شروع کر دی۔ یہاں تک کہ علم ودین کی ایسی مشغولیت شروع ہو گئی کہ یہ جیل خانہ بہت سی خانقاہوں اور مدارس سے زیادہ بارونق اور بابرکت نظر آنے لگا۔"

## آخری اسیری

۶ شعبان ۷۲۶ ھ کو حکومت نے انہیں ایک بار پھر گرفتار کر کے قلعہ دمشق میں قید کر دیا۔ قید وبند کے لمحات شیخ کے لیے سکون اور یکسوئی کی دولت لے کر آئے۔ شیخ پورے انہماک اور ذوق وشوق کے ساتھ تلاوت وعبادت میں مشغول ہو گئے۔ اس سے جو وقت بچتا تھا وہ مطالعہ وتصنیف اور اپنی کتابوں کی تنقیح وتصحیح میں صرف کرتے تھے۔ جو خود ایک مستقل عبادت تھی۔ شیخ جیل خانے میں جو کچھ لکھتے لوگ اس کو ہاتھوں ہاتھ لیتے۔ اور وہ ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہونچ جاتا۔ آخر مصر کے قاضی عبداللہ بن الاخنائی کی شکایت پر سلطان نے فرمان جاری کیا کہ شیخ کے پاس جتنی کتابیں، کاغذ قلم دوات ہے سب لے لیا جائے اور ان کے پاس کوئی ایسا سامان نہ رہے جس سے وہ تصنیف کر سکیں۔ ۹ جمادی الاخریٰ ۷۲۸ ھ کو اس فرمان کی تعمیل ہوئی۔

## انتقال

اب زندگی کے دن پورے ہو چکے تھے۔ انتقال سے بیس روز پہلے طبیعت خراب ہوئی اور پھر درست نہیں ہوئی یہاں تک ۲۲ ذی القعدہ ۷۲۸ ھ (۱۳۲۸ء) کی شب وقت موعود آ پہونچا اور اس مجمع کمالات ہستی نے سترسٹھ سال کی عمر میں دنیا سے کوچ کیا شہر میں بجلی کی طرح یہ خبر پھیل گئی۔ قلعے کا دروازہ کھول دیا گیا۔ اور اذن عام دے دیا گیا۔ لوگ جوق در جوق آتے تھے۔ اور زیارت کر کے جاتے تھے۔

غسل کے بعد ایک نماز جنازہ قلعے میں ہوئی۔

نماز کے بعد جنازہ باہر لایا گیا۔ چار گھڑی دن چڑھے جنازہ جامع اموی میں پہونچا مجمع کا کوئی اندازہ نہ تھا۔ ظہر کے بعد نماز جنازہ ہوئی۔ لحظہ بلحظہ ہجوم بڑھتا گیا یہاں تک کہ میدان گلیاں، بازار سب بھر گئے۔ ہر طرف مجمع ہی مجمع نظر آتا تھا۔ بازار بند تھا۔

نماز جنازہ کے بعد جنازہ اٹھا۔ کاندھا دینے کا موقع نہ تھا۔ جنازہ انگلیوں اور سروں پر جا رہا تھا ہر طرف گریہ وبکا کی صدائیں بلند تھیں۔ جنازہ صبح کے وقت قلعے سے نکلا تھا۔ لیکن ہجوم کی کثرت کی وجہ سے کہیں عصر کے وقت دفن کی نوبت آئی۔ بظاہر سارا شہر جنازہ کی مشایعت میں تھا۔ ایسا ہجوم دمشق کی تاریخ میں دیکھا نہیں گیا۔

## شخصیت وکردار

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنے دور میں علوم اسلامیہ میں مجتہدانہ مقام حاصل کیا۔ اور تفسیر وحدیث وفقہ میں بیک وقت اپنی امامت، تبحر اور غیر معمولی عبور کا جو نقش اپنے زمانے پر قائم کیا، اس میں بہت بڑا دخل ان کے غیر معمولی حافظے اور ذہانت کو تھا۔

ان کے تبحر علمی اور ذہانت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے جو ان کے ایک معاصر شیخ صالح تاج الدین بیان کرتے ہیں۔ :

" میں ایک مرتبہ حاضر ہوا، ایک یہودی نے تقدیر کا ایک مسئلہ پوچھا تھا اور اپنا اعتراض وسوال آٹھ شعروں میں لکھ کر بھیجا تھا۔ شیخ نے تھوڑا سا تامل کیا پھر جواب لکھنا شروع کیا۔ ہم حاضرین مجلس یہ سمجھتے رہے کہ وہ اس کا نثر میں جواب دے رہے ہیں۔ جب فارغ ہوئے تو کسی نے کاغذ اٹھا کر دیکھا اور ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ جب ہم کو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی قافیہ وردیف میں شیخ نے ۱۸۴ اشعار میں برجستہ اس کا جواب دیا تھا۔ اس جواب میں اتنے علوم آ گئے تھے کہ اگر ان کی شرح وتفصیل کی جائے تو دو ضخیم جلدیں تیار ہو جائیں۔"

ابن تیمیہؒ کی شجاعت ودلیری اور موت سے بے خوفی ان کے تمام معاصرین حتیٰ کہ ترک سرداروں اور فوجی افسروں کے لیے بھی حیرت انگیز تھی جب وہ گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو دشمن کی صفوں میں اس طرح گھومتے تھے جیسے بڑے سے بڑا بہادر اور اس طرح کھڑے رہتے تھے جیسے بڑے سے بڑا ثابت قدم شہسوار۔ وہ دشمن کو اپنے حملوں سے چُور کر دیتے تھے اور اس بے تکلفی سے فوج میں گھس جاتے تھے جیسے ان کو موت کا کوئی ڈر نہیں

ابن تیمیہؒ کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ وہ علم دین کی خدمت کے لیے ہمہ تن وقف تھے۔ انہوں نے زندگی بھر کسی چیز سے سروکار نہ رکھا۔ ان کے اکثر معاصرین، رفقا، اور ہم عمر جن میں بڑے بڑے مخلص اور بڑے بڑے فاضل تھے حکومت کے مختلف عہدوں پہ فائز رہے یا عطیۂ سلطانی، خلعت شاہانہ یا انعام واکرام سے سرفراز ہوئے۔ یا حکومت کے وظیفہ خور رہے۔ لیکن ابن تیمیہؒ کا دامن ساری عمر ان آلائشوں سے پاک رہا۔

ان کے اخلاص وللّٰہیت کی ایک بڑی دلیل یہ بھی تھی کہ انہوں نے اپنے حریفوں اور بدخواہوں کو ہر موقع پر معاف فرمایا۔ اور صاف اعلان کر دیا کہ:

حللت کل مسلم عن ایذائه لی

(جس مسلمان نے بھی مجھے ایذا اور تکلیف دی میں اسے مُعاف کرتا ہوں)

ابن القلانسی کا بیان ہے کہ ابن تیمیہؒ نے خود مجھ سے کہا کہ سلطان (ناصر بن قلاوون دوبارہ برسر اقتدار آنے کے بعد) جب مجھے تنہائی میں لے لیا تو اس نے مجھ سے ان قضاۃ کے قتل کے بارے میں فتویٰ لینا چاہا جنہوں نے (اس کے حریف) جاشنگیر کی حمایت کی تھی اور سلطان کی معزولی کا فتویٰ دیا تھا اس نے وہ فتوے نکال کر دکھایا اور کہا کہ انہی لوگوں نے آپ کے خلاف شورش بپا کی اور آپ کو تکلیف پہونچائی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اس سے متاثر ہو کر میں ان کے قتل کا فتوےٰ دے دوں۔ میں اس کا منشا سمجھ گیا اور میں نے ان قضاۃ وعلماء کی مداح سرائی شروع

کی اور اس کی شدت سے مخالفت کی کہ ان کو سلطان کے ہاتھ سے کوئی گزند پہونچے۔ بلکہ سلطان نے اس سے کہا کہ اگر آپ نے ان کو قتل کر دیا تو آپ کو ان کا بدلہ نہیں ملے گا۔ اس نے (پھر مجھے مشتعل کرنے کے لیے) کہا کہ انہوں نے تم کو نقصان پہونچانے میں کمی نہیں کی اور بارہا تمہارے قتل کی سازشیں کیں۔ میں نے کہا جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے جس نے مجھے تکلیف پہونچائی، اس پر میری طرف سے کوئی مواخذہ نہیں ہے میں اسے بالکل معاف کرتا ہوں اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کا قصور کیا تو اللہ تعالیٰ خود اس سے انتقام لے گا میں اپنے نفس کا انتقام نہیں لیتا۔ میں برابر اس کو سمجھاتا رہا۔ یہاں تک کہ سلطان نے ان کا قصور معاف کر دیا۔

امام ابن تیمیہؒ کی ذات خوش رنگ اور مشام جاں کو معطر کرنے والے پھولوں کا ایک گلدستہ تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ تاریخ اسلام نے ان جیسے ہمہ صفت موصوف آدمی بہت کم پیدا کیے ہیں۔ عام طور پر لوگ یک فنی ہوتے ہیں، یعنی جو شخص تفسیر میں یکتا ہے وہ فقہ و حدیث کے فن سے ناواقف ہے، جسے حدیث پر عبور ہے وہ فقہ کے دشوار گزار مراحل طے نہیں کر پاتا، جو فقہ کا ماہر ہے وہ منطق کی بھول بھلیوں میں گم ہو جاتا ہے، جو منطق سے آگاہ ہے وہ فلسفے کا ذوق نہیں رکھتا، جو فلسفے سے آشنا ہے وہ علم کلام کی ابجد بھی نہیں جانتا، جو علم کلام کے نقطۂ عروج کو پہونچ چکا ہے وہ روحانیت سے یکسر غافل و بے پرواہ ہے مگر ایسے افراد جو بے شمار علوم فنون میں یکتا اور ادب و انشا کی دنیا میں منفرد ہیں وہ جنگ کے میدان میں قدم نہیں رکھ سکتے۔ مشہور ہے کہ جو ہاتھ قلم چلاتے ہیں ان سے تلوار نہیں اٹھ سکتی۔ لیکن امام ابن تیمیہؒ کی ایک ذات میں یہ تمام کمالات جس حسن و خوبی سے قدرت نے جمع کر دیے تھے انہیں دیکھ امام صاحبؒ کے معاصرین عش عش کرتے تھے۔ اور آج بھی یہ عالم ہے کہ ؎ :

عالم میں تجھ سے لاکھ سہی تو مگر کہاں

ابن تیمیہؒ صرف صاحب قلم نہ تھے، صاحب سیف بھی تھے۔ ان کے قلم نے جو نقوش بنائے وہ ایک ہزار کتابوں کے اوراق میں محفوظ ہیں لیکن ان کی نوکِ شمشیر نے دشمنان اسلام کے سینے پر جو لکیریں کھینچیں تاریخ نے انہیں بھی ناقابل فراموش بنا دیا ہے۔ وہ بزم کے میرِ مجلس ہی نہ تھے رزم کے امیر عسکر بھی تھے۔ وہ صرف جہاد کے مبلّغ اور داعی نہ تھے، مجاہد صف شکن بھی تھے۔!!

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

........

دورہا باید کہ تا یک مردِ حق پیدا شود
بایزیدؒ اندر خراساں یا اویسؒ اندر قرن



## بقیہ: بلوچستان کی سیاسی ڈائری

کہ ارباب صاحب، آپ، پی، این، اے کی علیحدگی کے بعد کیا محسوس کرتے ہیں، اور عوام کے سامنے جاتے ہوئے آپ کیسے لگتے ہیں؟ تو ارباب صاحب نے فرمایا کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ ہماری سب سے بڑی سیاسی غلطی ہے، بذات خود میں بازار میں جاتے ہوئے ہچکچاتا ہوں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ میں نے کوئی جرم کیا ہے، اور لوگوں سے آنکھیں نہیں ملا سکتا۔ بہر حال ارباب سکندر احمد کانسی نے تحریک استقلال سے مستعفی ہو کر نہایت ہی جرأت مندانہ اور دلیرانہ قدم اٹھایا ہے، ارباب صاحب کا یہ فیصلہ تحریک استقلال بلوچستان کے دوسرے ارکان کے لیے تازیانہ ثابت ہوگا۔ اور شاید کچھ اور ارکان بھی مستعفی ہو جائیں۔ ارباب صاحب نے استعفیٰ کے بعد ایک ملاقات میں بتایا کہ تحریک نظام مصطفےٰ کے دوران ہم نے بلوچستان کے گوشے گوشے میں کوئٹہ کے گلی کوچوں سٹیج پر کھڑے ہو کر خدا، اور عوام سے عہد کیا تھا، کہ ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نظام کے لیے متحد و متفق ہوتے ہیں۔ اور اس وقت تک ہم ایک رہیں گے جب تک کہ نظام مصطفےٰ نافذ نہ ہوگا۔ آج میرے پیش نظر وہ عہد ہے۔ جس کو میں نے پیش نظر رکھا، اور تحریک استقلال سے علیحدگی اختیار کی مستقبل کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں ارباب سکندر احمد نے کہا کہ میں چند دن تک حالات کا جائزہ لوں گا۔ اور پھر کوئی فیصلہ کروں گا۔ بہر حال میں پی۔ این۔ اے میں تھا۔ اور پی۔ این۔ اے ہی میں رہوں گا۔ تو قارئین کرام دعا فرمائیے۔ کہ ارباب صاحب کو تحریک استقلال سے نکلنے کے بعد استقلال نصیب ہو۔

## بقیہ: حضرت خواجہ محمد عثمانی

خانقاہوں کا انتظام و انصرام آپ کے حوالہ کر دیا جن میں موسیٰ زئی شریف، خراسان کی خانقاہوں کے علاوہ خانقاہ مظہریہ دہلی بھی جو حضرت شاہ احمد سعید صاحبؒ بوقت ہجرت آپ کے حوالہ کر گئے تھے، شامل تھیں۔

۱۲۸۷ ہجری میں حضرت حاجی صاحب کے انتقال پر ملال کے بعد آپ عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کے ساتھ تمام خدمات مفوضہ انجام دینے لگے۔ اور تقریباً تیس سال تک سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور دین محمدی کی اشاعت و تبلیغ میں مشغول رہے اور ایک عالم کو اپنے فیوض و برکات سے مالا مال فرمایا۔

غرض تیس سال تک متواتر خطہ خراساں، اطراف صوبہ سرحد و پنجاب، بلکہ صوبہ جات ہندوستان سے آنے والے طالبان حق کی دستگیری فرمائی اور درماندگان منزل کو اسی کاروانِ امت کے نقش قدم پر چلایا جو قرون اولیٰ کے نفوس قدسیہ پر مشتمل تھا۔ دلہائے مضطر کو طمانیت باطن عطا کی، یہاں تک کہ سیراب ہونے والوں کو تشنہ کامی کا احساس ہوتا تھا۔ بالآخر یہ آفتاب عالم تاب روئے ارض کے ہر بلند و پست کو منور کرنے کے بعد بوقت اشراق بروز دوشنبہ ۲۲ شعبان المعظم، ۱۳۱۴ ہجری چشم خلق سے نہاں ہو گیا۔ ؎

الی اللہ اشکو لا الی الناس انّنی
اری الارض تبقیٰ والاخلاء تذہب

ترجمہ: میرا شکوہ اللہ کی طرف مخلوق سے نہیں، بے شک میں دیکھ رہا ہوں کہ زمین تو بدستور باقی ہے، مگر احباب رخصت ہوتے جا رہے ہیں۔

آپ کی مجموعی عمر مبارک ۷۰ سال ۲ ماہ ۱۴ روز ہوئی۔ نماز جنازہ آپ کے فرزند اکبر حضرت سراج الدینؒ نے پڑھائی اور اپنے شیخ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے قدموں میں موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں آخری آرام گاہ پائی۔

## ہمارا مقصد

# ہر حال میں قومی اتحاد کو مضبوط اور متحد رکھنا ہے!

## سید محمد شاہ امروٹی امیر جمعیت علماء اسلام سندھ سے

## موجودہ حالات پر انٹرویو

سید محمد شاہ امروٹی امیر جمعیت علمائے اسلام سندھ خانقاہ قادریہ امروٹی شریف سندھ کے سجادہ نشین ہیں [illegible] کے خلاف سندھ میں آپ نے جو کام کیا وہ تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جائے گا، اپنے جواں سال بیٹے کی شہادت کو کمال صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ لیکن ایک جابر و ظالم حکمران کے خلاف حکم حق بلند رکھا۔ آپ نیو ٹاؤن کراچی تشریف لائے تو اتفاق سے ہم بھی ساتھ والے کمرہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اور میں نے موقع سے فائدہ اٹھایا، اور ایک انٹرویو کے لیے حاضر ہوا (الطاف حسین)

۲ دسمبر کی صبح میں نیو ٹاؤن کراچی کے مہمان خانہ میں سید محمد شاہ امروٹی سے اجازت لے کر کمرہ میں داخل ہوا۔ شاہ صاحب قلندرانہ شان سے گاؤ تکیہ سے ٹیک لگائے خلا میں گھور رہے تھے، مجھے دیکھتے ہی پرتپاک طریقہ سے خوش آمدید کہا اور اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ میں نے حالات حاضرہ پر کچھ باتوں کی اجازت چاہی تو انہوں نے فوراً حامی بھر لی۔ سب سے پہلے میں نے سندھ کی تنظیم کے سلسلہ میں سوال داغ دیا

سوال:۔ شاہ صاحب فرمایئے کہ سندھ میں جمعیت کی تنظیم کی کیا صورت حال ہے،

جواب:۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ سارے سندھ میں جمعیت کی تنظیم انتہائی تسلی بخش ہے، بڑے بڑے شہروں سے لیکر چھوٹے چھوٹے قصبوں تک ہماری جماعت منظم طریقہ سے کام کر رہی ہے، کراچی، حیدرآباد، سکھر، شکارپور، نواب شاہ، لاڑکانہ، جیکب آباد، خیرپور ان تمام مقامات پر جمعیت انتہائی فعال ہے اور حالیہ تحریک میں قومی اتحاد کے پلیٹ فارم پر ہماری افرادی طاقت اور اُن کی قربانیوں کا اعتراف دشمن نے بھی کیا۔

سوال:۔ سندھ جمعیت میں نئے شامل ہونے والے لوگوں کی رفتار کیسی ہے،

جواب:۔ دراصل ہماری جماعت ایک خاص فکر رکھتی ہے، [illegible] حتی الوسع ایسے لوگ ہی شامل ہوتے ہیں جو ہمارے خیالات سے ہم آہنگی رکھتے ہوں جن جماعتوں میں بغیر سوچے سمجھے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ اور جماعتوں کا کوئی خاص ضابطہ نہیں ہوتا۔ وہ جماعتیں جلد ہی خلفشار کا شکار ہو جاتی ہیں اس کے باوجود سندھ میں جمعیت میں ہر طبقہ فکر کے لوگوں کی شمولیت حوصلہ افزا ہے۔

سوال:۔ مارچ کے انتخابات میں جمعیت کے نمائندوں کی تعداد اکتوبر کے انتخابات کے کوٹے سے کافی زیادہ تھی، کیا اس سلسلہ میں آپ نے احتجاج کیا۔

جواب:۔ الطاف صاحب:۔ سیٹوں کی کمی بیشی کوئی خاص مسئلہ نہیں ہے، ہمارا مقصد قومی اتحاد کو ہر حال میں مضبوط اور متحد رکھنا ہے، اس کے لیے ہم نے عملی مظاہرہ بھی کیا، اصغر خاں کی طرح لوگوں کو دھوکا دینے والا شور نہیں مچایا

جب کہ اُس کے ساتھ تو اب ہوا ہی نہیں ہے میں آپ کو مثال دیتا ہوں کہ مارچ الیکشن میں ہمارے قومی اسمبلی کے لیے ۱۱ (گیارہ) اور صوبائی کے لیے ۲۷ اُمیدوار تھے جب کہ اکتوبر انتخابات کے لیے صرف قومی کے لیے ۳ اور صوبائی کے لیے ۸ امیدوار تھے، ہم نے کوئی ایسی بات نہیں کی اور نہ اب کرتے ہیں، ہمارا ایک خاص مقصد ہے کہ قوم کو اجتماعی کاوشوں سے نظام مصطفیٰ سے روشناس کرایا۔ اور اس ملک میں نظام شریعت کا نفاذ عمل میں لایا جائے۔

سوال:۔ شاہ صاحب فرمایئے کہ تحریک استقلال کی سندھ میں کیا پوزیشن ہے اور قومی اتحاد سے اس کی علیحدگی کے کیا اثرات ہوں گے۔

جواب:۔ اس سوال پر شاہ صاحب کے چہرہ پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ انہوں نے فرمایا، کہ آپ سمجھ رہے ہوں گے کہ میرا جواب بھی ہوگا کہ کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ لیکن میں آپ کو یہ بات یقین سے کہتا ہوں، سندھ میں یہ جماعت صرف قومی اتحاد کی وجہ سے متعارف ہوئی ہے اور

آپ اس کی مقبولیت کی بات کرتے ہیں، اصغر خان کو لوگ مارچ کے انتخاب میں اپنے کوٹے کے لیے امیدوار بھی نہیں مل رہے تھے، اب یہ سندھ کا دورہ کر رہا ہے کہیں بھی اس کا حوصلہ افزا خیر مقدم نہیں ہو رہا۔ کراچی سے مایوس ہو کر اندرون سندھ کی طرف گیا ہے، وہاں بھی وہی سلوک ہو رہا ہے۔

سوال:۔ اسی دوران کراچی جمعیت سنٹر کے امیر مولانا محمد زکریا بھی تشریف لے آئے کچھ وقت کے لیے سوال جواب کا سلسلہ رک گیا۔ مولانا ذکریا صاحب کو دیکھتے ہی میں نے کراچی جمعیت کی کارکردگی سے متعلق سوال کر دیا۔

جواب:۔ شاہ صاحب نے مولانا ذکریا کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ مولانا ذکریا تشریف لے آئے ہیں حالیہ تحریک میں مولانا محمد زکریا صاحب کی جرأت واستقامت نے جمعیت علماء اسلام کی شہرت ومقبولیت میں بے پناہ اضافہ کیا۔ کراچی جمعیت کی تنظیم پہلے سے بھی فعال ہے اور تسلی بخش کام ہو رہا ہے، حالیہ تحریک میں کراچی جمعیت کے کارکنوں نے ظالم وجابر حکمران کو کرسی سے اتار پھینکنے میں اہم کردار ادا کیا۔

سوال:۔ میں نے شاہ صاحب سے ایک تکلیف دہ سوال کر دیا کہ فرمایئے وہ کہ سندھ میں علیحدگی کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔

جواب:۔ امروٹی شاہ صاحب نے کمرہ کی چھت کی طرف سے نظریں ہٹاتے ہوئے کہا کہ بھئی بات یہ ہے ہر غیر جمہوری حکومت نے اپنے مخالفوں اور حریفوں کو دبانے کے لیے علیحدگی کا شوشہ چھوڑا۔ پیپلز پارٹی نے اپنے گماشتوں کے ذریعے ہی علیحدگی اور سندھو دیش کا نعرہ لگوایا، لیکن سندھی تو اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ سندھ میں اس قسم کے کوئی جراثیم نہیں ہیں

سوال:۔ بھٹو کی معزولی سے اندرون سندھ کچھ ردعمل ہوا۔

جواب:۔ بھٹو کے الگ ہونے سے باقی صوبوں کے لوگوں کی طرح یہاں بھی عوام نے سکھ کا سانس لیا ہے رہا ردعمل تو یہ آپ کے سامنے ہے، کہیں بھی جلوس نہیں نکل سکا، چند لوگوں کا نعرے لگا کر بھاگ جانا تو کوئی بات نہیں انہوں نے تو جلوس کے لیے ۵ ہزار روپے فی کس کے لیے لوگوں کو پیشکش کی لیکن پھر بھی پورے سندھ میں پانچ آدمی تیار نہ کر سکے۔

سوال:۔ لیکن شاہ صاحب اندرون سندھ کچھ شر انگیز واقعات تو ہوتے تھے، اُن کے مطابق کیا خیال ہے

جواب:۔ الطاف بھائی یہ سچ ہے، اس میں پیپلز پارٹی کے مراعات یافتہ غنڈے شامل تھے، لیکن اُس میں بھٹو ذہین کے کچھ بیوروکریٹ اور پولیس کا بھی ہاتھ تھا، مثال کے طور پر ضلع دادو میں جو پٹڑی اکھاڑنے کا واقع ہوا اُس میں رسوائے زمانہ پولیس ایس، پی جہان شاہ بھی براہ راست ملوث تھا۔ بعد میں اسی پاداش میں اس کا تبادلہ بھی ہوا۔ لیکن مارشل لاء کی فوری کارروائی سے ان کو دوبارہ جرأت نہ ہو سکی

سوال:۔ چند منٹ جب شاہ صاحب آرام کر چکے تو میں نے آج کل کا سب سے اہم سوال کر دیا۔ کہ فرمایئے مارشل لاء حکام کے احتساب سے آپ مطمئن ہیں، جب میں سوال کر چکا تو جمعیت علماء اسلام سندھ کے ناظم نشر واشاعت کمرہ میں داخل ہوئے یہ جمعیت کے فعال کارکن ہیں،

جواب:۔ دراصل بات یہ ہے کہ بدعنوان اور ملک دشمن عناصر کے خلاف اس رفتار سے محاسبہ کسی طرح بھی باعث اطمینان نہیں ہے، مارشل لاء حکام کو یہ کام انتہائی تیزی سے پایۂ تکمیل تک پہنچا کر جلد از جلد الیکشن کروانے چاہئیں، اور احتساب کا عمل کسی طرح بھی الیکشن کی راہ میں حائل نہیں ہونا چاہیے۔

سوال:۔ جناب عالی! آپ کب تک الیکشن کے حق میں ہیں

جواب:۔ جنرل صاحب کو مارچ ۱۹۷۸ء تک الیکشن کروانے چاہئیں تاکہ لوگوں میں جو مایوسی پھیل چکی ہے دور ہو جائے اور بسرعت الیکشن کی تاریخ کا اعلان کر کے محدود سیاسی سرگرمیاں بحال کر دینی چاہئیں

سوال:۔ حضرت آپ یہ بتائیں کہ مارشل لاء حکام کے کئی موجودہ اقدام کسی خطرہ کا باعث تو نہیں، جیسے پانچ سالہ منصوبہ کا اعلان ۔۔۔؟

جواب:۔ شاہ صاحب نے مجھے غور سے دیکھا۔ دراصل یہ سوال سیاسی لوگوں کے لیے اضطراب کا باعث بنا ہے، پھر اپنے مخصوص انداز سے فرمانے لگے، مارشل لاء حکام کا مسئلہ پانچ سالہ منصوبے نہیں۔ بلکہ اور بہت سے کام ہیں، تاکہ الیکشن کے لیے سازگار ماحول پیدا ہو سکے۔ [illegible] کا اضافہ انتہائی پریشان کن ہے بھٹو کے مقرر کردہ افسران عوام کو مختلف طریقوں سے تنگ کر کے مارشل لاء حکام کے راستے میں روڑے اٹکا رہے ہیں، میں آپ کو انتہائی تکلیف دہ مثال بتاتا ہوں، کہ کچھ دنوں پہلے پاکستان قومی اتحاد کا ایک وفد اپنے علاقہ کی مشکلات کے سلسلے میں ایس، پی سکھر جہان شاہ سے ملنے گیا، لیکن اس نے ان کی بے عزتی کی اور ان کی شکایات سننے سے انکار کر دیا۔ اور پھر بند کمرہ میں پیپلز پارٹی کے سابق سینیٹر مہران خان بجرانی سے گپ شپ لڑاتا رہا اس اثناء شاہ صاحب سے ملنے والوں کی تعداد بڑھ رہی تھی، میں نے بھی اپنے انٹرویو کو سمیٹتے ہوئے ذاتی نوعیت کا سوال کر دیا۔

سوال:۔ آپ کے سندھ میں بھٹو کے با اثر حریف متصور ہوتے تھے بھٹو اپنے حریفوں کو لالچ یا ظلم وتشدد سے دباتا تھا آپ پر اس سلسلے میں کیا حربے آزمائے گئے۔

جواب:۔ یہ سوال واقعی شاہ صاحب کے لیے بہت تکلیف دہ ثابت ہوا آپ کافی رنجیدہ ہو گئے ایسا لگتا تھا کہ شاہ صاحب کے ذہن کی سکرین پر اس ظالم وجابر کے ہتھکنڈے عود کر آئے، خیر چند لمحوں بعد آپ نے فرمایا عزیزم:۔ بھٹو یہ بات سمجھتا تھا کہ یہ لوگ لالچ میں نہیں آسکتے۔ ظاہر ہے اُسے دوسرا حربہ ہی اپنانا تھا، اس سلسلے میں میرے جوان سال بیٹے کو بیدردی سے شہید کر دیا گیا۔ اور پھر زنداں میں بھی ہم ڈالے گئے (امروٹی صاحب کے جوان سال فرزند سید منیر شہید کی شہادت کے محرکات سیاسی تھے، اور کڑیاں واضح طور پر بھٹو سے جا ملیں) آپ ہی بتائیں کہ دنیا میں اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے، کہ جوان سال بیٹا مار دیا جائے اور پھر جیل میں بھی باپ کو ڈال دیا جائے۔ ۱۹۷۴ء کے صوبائی اسمبلی کے ضمنی انتخابات میں مجھ پر قاتلانہ حملہ کرایا گیا، مقدمات اور جیل جا[illegible] کا شمار ہی کیا۔ حالیہ تحریک میں بھی میں تقریباً تین ماہ جیل میں رہا۔

سوال:۔ سب سے آخر میں میں نے کہا کہ آپ مارشل لاء حکام کے سلسلے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں،

جواب:۔ میں مارشل لاء حکام اور خاص طور پر جنرل ضیاء صاحب سے سندھ میں چاول، گنا اور دھان کے کاشتکاروں کی پریشانیوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں، کہ ان کی اجناس کی ادائیگیاں جلد از جلد کی جائیں، مزدوروں کی چھانٹیاں طلباء کے تبادلے ہاریوں اور مزارعوں کی بے دخلیاں بند کی جائیں۔



بسلسلہ ایک نااہل حکمران ــــــــــ ضیا الرحمٰن فاروقی

# بھٹو کے دورِ حکومت میں

# اخبارات و جرائد پر کیا بیتی؟

اخبارات کو مکمل آزادیٔ تحریر حاصل ہو گی انہیں یہ حق ہو گا وہ جو چاہیں لکھیں اور شائع کریں۔ میں نے اصولی طور پر اخبارات اور صحافت پر سے ہر قسم کی پابندیاں اٹھالی ہیں اس لیے میں صحافیوں کو صدائے عام دیتا ہوں کہ وہ جو کچھ چاہیں اپنے اخبارات میں لکھتے رہیں ــــــــ

مسٹر بھٹو۔ نوائے وقت لاہور ۴ جنوری ۱۹۷۲ء

۵ فروری ۷۲ء کو دو روزناموں ڈان اور حریت کے ایڈیٹر انچیف مسٹر الطاف گوہر کو مارشل لاء ضابطہ ۲۸ کے تحت گرفتار کر لیا گیا۔

۲۳ فروری ۷۲ء کو انگریزی ہفت روزہ پنجاب پنچ کا ڈیکلریشن منسوخ کر دیا گیا۔

۶ اپریل ۷۲ء کو ماہنامہ ڈائجسٹ لاہور، ہفت روزہ زندگی ہفت روزہ پنجاب پنچ پر پابندی لگا دی گئی۔ تینوں جرائد کے ایڈیٹروں الطاف الرحمٰن قریشی، مجیب الرحمٰن شامی اور حسین نقی پرنٹر اور پبلشروں اعجاز حسن قریشی اور مظفر قادر کو گرفتار کر لیا گیا، مزید کہ تینوں جرائد کے ایڈیٹر اور ناشر اور کوئی دوسرا اخبار بھی نہیں نکال سکیں گے،

۷ اپریل ۷۲ء کو پیپلز پارٹی کے ۵۰ کارکن ٹرک میں سوار ہو کر روزنامہ جسارت کراچی کے دفتر پر آئے اور مظاہرہ کیا بالآخر دھمکی دی کہ اگر اس نے اپنا رویہ تبدیل نہ کیا تو دفتر کو آگ لگا دی جائے گی۔

۱۲ اپریل ۷۲ء نوائے وقت کے مطابق روزنامہ جسارت کے نیوز پرنٹ کے کوٹہ میں ۷۵ فیصد کمی کر دی گئی۔

فوجی عدالت نے ۱۳ اپریل ۷۲ء ہفت روزہ زندگی اور اردو ڈائجسٹ کے ایڈیٹران مجیب الرحمٰن شامی اور الطاف حسن قریشی کو ایک ایک لاکھ روپے جرمانہ کی سزا سنا دی جبکہ پرنٹر پبلشر ڈاکٹر اعجاز حسن قریشی کو ایک سال قید اور ایک لاکھ روپے جرمانہ کی سزا سنائی۔ ادھر ہفت روزہ پنجاب پنچ کے ایڈیٹر حسین نقی اور پرنٹر مظفر قادر کو ایک ایک سال قید با مشقت اور ایک ایک لاکھ روپے جرمانہ کی سزا سنائی گئی۔

۱۸ مئی ۷۲ء کو اخبارات و رسائل کے پریس کی تبدیلی کا اختیار صوبائی حکومتوں سے مرکزی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

۹ جون ۷۲ء کو اردو ڈائجسٹ زندگی اور پنجاب پنچ کے ایڈیٹروں کو کوٹ لکھپت جیل لاہور سے مختلف جیلوں میں منتقل کر دیا گیا۔ ان پانچوں ایڈیٹروں اور پرنٹروں کو ہتھکڑیاں لگا کر باہر لایا گیا اور ریل کے تیسرے درجہ میں سوار کیا گیا۔

روزنامہ جنگ کراچی کے مطابق مسٹر بھٹو نے کہا کہ ان کی حکومت نے بعض صحافیوں کو گرفتار کرنے کا جو فیصلہ کیا ہے وہ آزادیٔ صحافت اور اعلیٰ معاشرے کے مفاد میں ہے۔

۱۸ جولائی ۷۲ء کو حکومت نے روزنامہ "سن" کراچی کا ڈیکلریشن منسوخ کر دیا۔ "سن" کا پریس بھی ضبط کر لیا گیا۔

۲۳ جولائی ۷۲ء کو روزنامہ جنگ راولپنڈی کے پرنٹر و پبلشر کو دو نوٹس جاری کر دیئے۔

۲۵ جولائی ۷۲ء کو روزنامہ جنگ کوئٹہ کے کاغذ کا کوٹہ منسوخ کر دیا۔

۲۶ جولائی ۷۲ء کو ہفت روزہ زندگی، پنجاب پنچ، ماہنامہ اردو ڈائجسٹ کے ڈیکلریشن منسوخ کر دیئے گئے۔

۳۰ جولائی ۷۲ء کو حکومت پنجاب نے روزنامہ "ندائے حق" کے ایڈیٹر کو اظہار وجوہ کا نوٹس جاری کیا گیا۔

۱۸ اگست ۷۲ء کو ہفت روزہ چٹان کے ایڈیٹر آغا شورش کاشمیری گرفتار کیے گئے۔

۳۰ اگست ۷۲ء کو ڈپٹی کمشنر لاہور پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس کے تحت ہفت روزہ "اداکار" کا ڈیکلریشن منسوخ کر دیا۔

۱۳ ستمبر ۷۲ء کو ہفت روزہ "اذان حق" کے ۱۴ ستمبر کی قسم

کاپیاں ضبط کرلی گئیں ۔ ۴ ؍ اکتوبر کو اس ہفت روزہ کا ڈیکلریشن منسوخ کر دیا گیا۔

- ۲۰ ؍ اکتوبر کو میر پُور خاص کے ہفت روزہ "تاج" کے ایڈیٹر سید غلام رسول شاہ کو گھر میں نظر بند کیا گیا۔
- ۱۷ ؍ نومبر ۷۲ء کو کوئٹہ کے روزنامہ "آزادی" کا ڈیکلریشن منسوخ کر دیا گیا۔

۲۷ ؍ جنوری ۷۳ء کو پُورے ملک کے صحافیوں نے یوم مطالبات منایا بڑے شہروں میں صحافیوں نے جلسے منعقد کئے جن میں اخبارات سے متعلق آرڈی نینس مجریہ ۱۹۶۳ء منسوخ کرنے اور اخبارات پر سے تمام پابندیاں اٹھانے کا مطالبہ کیا۔ ——————

- ۵ ؍ مارچ ۷۳ء کو روزنامہ جسارت کے ایڈیٹر جناب صلاح الدین کو ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت گرفتار کیا گیا۔
- ۱۱ ؍ مارچ ۷۳ء کو روزنامہ جسارت کے اجراء پر غیر معیّنہ پابندی لگائی گئی۔
- ۲۶ ؍ مارچ کو سندھ بلوچستان ہائیکورٹ نے جسارت پر پابندی کو خلاف قانون قرار دے دیا مگر اسی وقت حکومت نے دوبارہ پابندی لگا دی حتیٰ کہ اخبار کا عملہ بھی گرفتار کر لیا گیا۔
- یکم مئی ۷۳ء کو سندھی روزنامہ "مہران" کے صحافی محمد حیات نظامانی کو گرفتار کر لیا گیا۔
- یکم جون کو روزنامہ مہران کے ایڈیٹر سردار علی شاہ کو ڈی پی آر کے تحت گرفتار کر لیا گیا۔
- ۹ ؍ جون ۷۳ء روزنامہ جسارت کے قائم مقام ایڈیٹر حکیم اقبال حسین کو بھی گرفتار کر لئے گئے۔
- ۴ ؍ ستمبر ۷۳ء کو ہفت روزہ زندگی کے نمائندے سجاد میر اور اردو ڈائجسٹ کے مینیجر مشتاق احمد کو گرفتار کیا گیا۔
- ۲۱ ؍ ستمبر کو روزنامہ حریّت کے ایڈیٹر انور خلیل اور جناب صلاح الدین کو رہائی کے بعد ایک دوسرے مقدمہ میں گرفتار کر لیا گیا۔
- ۲۳ ؍ ستمبر ۱۹۷۳ء کو پُورے پاکستان میں ۲۴ گھنٹے کے لئے اخباری صحافیوں نے علامتی ہڑتال کی۔
- ۳۰ ؍ ستمبر ۷۳ء کو جیکب آباد میں کراچی کے تین روزناموں جسارت، مشرق، اور حریت کے نمائندوں عارف زیدی، ارشاد احمد اور شفیع علی کو گرفتار کر لیا گیا۔
- یکم اکتوبر ۷۳ء کو حیدر آباد کے ہفت روزہ "ندائے سندھ" اور "نیا زمانہ" کے ایڈیٹروں کو گرفتار کر لیا گیا۔
- ۲ ؍ اکتوبر ۷۳ء کو گورنر سرحد نے روزنامہ "فرنٹیر گارڈین" کی اشاعت کو دو ماہ کے لئے پابندی لگا دی۔
- ۳ ؍ جنوری ۷۴ء حکومت سندھ نے شام کو نکلنے والے روزنامہ "دی سٹار" پر دو ماہ کے لئے پابندی عائد کر دی۔
- ۶ ؍ مارچ ۷۴ء کو کوئٹہ کے مجسٹریٹ نے روزنامہ "سچائی" پر دو ماہ کے لئے پابندی لگا دی،
- ۹ ؍ مارچ دادو پولیس نے ہفت روزہ "اظہار" اور "قلندر" کے ایڈیٹروں کو گرفتار کر لیا۔
- ۲۷ ؍ مئی ۷۴ء کو روزنامہ مساوات کے احتجاجی گرفتاریاں پیش کرنے والے صحافیوں کی تعداد ۳۳ ہو گئی۔
- ۳۰ ؍ جولائی ۷۴ء کو کوئٹہ کے اُردو ہفت روزہ چٹان کا ڈیکلریشن منسوخ کر کے حکومت نے اس کے ایڈیٹر آغا شورش کاشمیری کو گرفتار کر لیا۔
- ۱۶ ؍ جولائی ۷۴ء کو روزنامہ "اعلان" کراچی کے ایڈیٹر گرفتار کر لئے گئے۔
- ۱۲ ؍ اکتوبر ۷۴ء کو روزنامہ "امن" کے ایڈیٹر افضل صدیقی، گرفتار کر لئے گئے۔
- ۱۷ ؍ جنوری ۷۵ء کو حکومت سندھ نے انگریزی روزنامہ لیڈر پر دو ماہ کے لئے پابندی لگا دی۔
- ۱۰ ؍ مئی کو حیدر آباد کے چھ پریس سربمہر کر دیئے گئے۔
- ۲ ؍ جون ۷۵ء کو کوئٹہ کے مجسٹریٹ نے روزنامہ "سنگت" کا ڈیکلریشن منسوخ کر دیا۔
- ۳۰ ؍ جون ۷۵ء کو حکومت سندھ نے ہفت روزہ عوامی ترجمان کی تمام کاپیاں ضبط کر لیں۔
- حکومت سندھ نے ۱۹ ؍ اگست ۷۵ء کو روزنامہ "قاصد" پر تین ماہ کے لئے پابندی عائد کر دی۔
- ۱۹ ؍ ستمبر ۷۵ء کو حکومت سندھ نے ماہنامہ "عوامی ڈائجسٹ" کا شمارہ ضبط کر لیا۔
- ۲۴ ؍ اکتوبر ۷۵ء کو حکومت پنجاب نے ہفت روزہ لیل و نہار پر ایک سال کے لئے پابندی عائد کر دی۔
- ۱۰ ؍ نومبر ۷۵ء کو پولیس کی بھاری جمعیّت نے روزنامہ مغربی پاکستان کے عملے کو ہراساں کیا اور اخبار کی اشاعت رکوانے کی کوشش کی۔

سکھر شہر سے

قمر ہاشمی

# مُلّا ازم کے خلاف نئی مہم کا آغاز کس پس منظر میں کیا جا رہا ہے؟

## مسلم لیگی قیادت وضاحت کرے؟

(مولانا اجمل خان)

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی ناظم مولانا محمد اجمل خان صاحب نے "ملّا ازم" کی مخالفت کے نام پر مسلم لیگی رہنماؤں کی نئی مہم پر حیرت کا اظہار کیا ہے اور ایک بیان میں مسلم لیگی قیادت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں اپنے مقصد کی وضاحت کریں۔ کیوں کہ ان کے بیانات سے ملک کے عوام بالخصوص دینی حلقوں میں غلط فہمیاں اور شکوک وشبہات جنم لے رہے ہیں۔

آپ نے کہا کہ اس سے قبل مسلم لیگ کے چیف آرگنائزر جناب محمد حنیف رامے نے پاکستان قومی اتحاد کے استحکام کے سلسلے میں پیش کی گئی تجاویز میں کہا تھا کہ اتحاد کے پروگرام کو "ملّائیت سے پاک کرنے کا اعلان کیا جائے"۔ جسے لوگوں نے رامے صاحب کی ذاتی رائے سمجھا، لیکن اب مسلم لیگ کی مرکزی کونسل کے اجلاس کے بعد مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل جناب ملک محمد قاسم صاحب کی طرف سے جناب محمد حنیف رامے کے خیالات سے مکمل اتفاق کا اعلان اور مسلم کے سربراہ جناب پیر صاحب آف پگارا شریف کی طرف سے "ملّا ازم" کی مخالفت کا تازہ اظہار اس امر کی غمازی کر رہا ہے کہ پاکستان مسلم لیگ نے پارٹی پالیسی کے طور پر "ملّا ازم" کی مخالفت کے نام پر نئی مہم شروع کر دی ہے۔

مولانا اجمل خان نے کہا کہ:

اگر "ملّا ازم اور ملّائیت" کی مخالفت کا مقصد یہ ہے کہ ملک کے سیاسی منظر سے علماء کرام کو ہٹا دیا جائے تو یہ ناممکن ہے۔ اور غیر منطقی بات ہے کیونکہ اس ملک میں علماء کرام نہ صرف ملک کی آزادی عوامی حقوق کے تحفظ اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے صدیوں سے جرات مندانہ جنگ لڑتے آرہے ہیں، بلکہ ان کی رہنمائی اور قیادت کے بغیر ملک میں اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر "ملّا ازم" کی مخالفت سے مسلم لیگی رہنماؤں کا مقصد کچھ اور ہے تو انہیں اسکی وضاحت کرنی چاہیے۔ تاکہ ان کا دوٹوک موقف سامنے آنے کے بعد شکوک وشبہات کی فضا ختم ہو سکے۔

# جمعیۃ علماء اسلام:

## ملک میں نظام شریعت کے نفاذ کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریگی

رپورٹنگ: عبدالصبور خان ڈاہر

رحیم یار خان۔ گذشتہ روز مرکزی ہدایات کے مطابق جمعیۃ علماء اسلام ضلع رحیم یار خان نے فیصلہ کیا کہ علاقائی شاخوں میں تنظیمی دورہ کیا جائے۔ چنانچہ مورخہ ۹ نومبر ۱۹۷۷ء سے تحصیل صادق آباد کا تنظیمی دورہ مولانا شفیق الرحمن درخواستی جو کہ جمعیۃ ضلعی کے نائب امیر ہیں۔ ان کی قیادت میں سہ رکنی وفد جس میں مولانا قاری حماد اللہ شفیق نائب ناظم اول جمعیۃ علماء اسلام ضلع رحیم یار خان اور ضلعی سیکرٹری اطلاعات عبدالصبور خان ڈاہر روانہ ہوئے۔

جب رحیم یار خان سے روانہ ہوئے تو آسمان سے خداوند کائنات کی رحمت برسنا شروع ہو گئی۔

پہلا پروگرام کھوتہ ورن تھا۔ جب کھوتہ ورن پہونچے تو تمام مقامی عہدے داران اور ابتدائی ممبران انتظار میں تھے۔ اجلاس میں مولانا قاری حماد اللہ شفیق نے جمعیۃ علماء اسلام کی پوری تاریخ بیان کی۔ کہ جمعیۃ علماء اسلام جس کی بنیاد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ملک میں نظام اسلامی کے نفاذ کے لیے رکھی تھی بعد میں ۱۹۵۳ء میں جب ختم نبوت کی تحریک شروع ہوئی جس کی قیادت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرما رہے تھے پورے ملک میں نہایت ہی منظم طریقے پر چلی لیکن اس وقت اسمبلی میں اس مسئلہ پر کسی شخص کو جرات نہ ہوئی کہ بل کی صورت اسمبلی میں پیش کرے تو اسی بنا پر پھر حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری نے تمام علماء کرام کا ایک نمائندہ اجلاس ملتان میں طلب کیا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ ملکی سیاست میں بھرپور حصہ لیا جائے تاکہ ملک میں سیاسی قوت

حاصل کرنے کے بعد صحیح اسلامی نظام کا نفاذ ہو سکے۔

جمعیۃ علماء اسلام نے ۷۰ء میں الیکشن میں حصہ لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو صوبوں میں صوبہ سرحد اور صوبہ بلوچستان میں مخلوط حکومتیں بنائیں۔ برسر اقتدار پیپلز پارٹی نے ہر طرح کے غیر آئینی روڑے اٹکائے کہ کسی طرح ان دو صوبوں میں مخلوط حکومتوں کو ناکام بنایا جائے۔ لیکن نعرہ ۱۴۴ کے بغیر حکومتیں چلتی رہیں۔ آخر بیرونی سازش کے تحت صوبہ بلوچستان کی حکومت ختم کر کے اقلیتی رٹ کو مسلط کر دیا گیا۔ جس کی بنا پر صوبہ سرحد کی وزارت علیٰ سے قائد جمعیۃ مولانا مفتی محمود نے احتجاجاً استعفیٰ دے دیا۔ اس استعفے کو عالم اسلام میں سراہا گیا۔

اجلاس میں جمعیۃ علماء اسلام رحیم یار خان کے نائب امیر مولانا شفیق الرحمن درخواستی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

جمعیۃ علماء اسلام کے تمام کارکن نظام شریعت کے نفاذ تک کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے انہوں نے ہدایات دیں کہ باقاعدہ پندرہ روزہ اجلاس کر کے جماعتی رابطہ کو قائم کریں۔ اور اس میں اتحاد الفت سے کام کریں۔ جماعتی کام کو اہمیت دیں۔ مولانا موصوف نے فرمایا کہ:

اصغر خان کی علیحدگی سے قومی اتحاد میں کوئی فرق نہیں آیا۔ بھوتہ وربن کے عہدے داران حاجی قادر بخش صاحب، حاجی عظیم بخش صاحب، سردار رحمت اللہ صاحب۔ مولانا حکیم خیر محمد صاحب نے جماعتی کام میں بہت ہی خلوص سے حصہ لیا۔ اور جماعتی فنڈ میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

راقم الحروف نے تمام اراکین جمعیۃ کا شکریہ ادا کیا۔

اس کے بعد یہی وفد شہباز پور روانہ ہوا جہاں پر مولانا عبدالحمید خان نے جمعیۃ کے وفد کو خوش آمدید کہا۔ مولانا قاری حماد اللہ شفیق صاحب مدظلہ نے تمام اراکین سے معذرت کی کچھ دیر سے پہونچے ہیں۔ اراکین ومعاونین کا اجتماع تھا جناب مولانا قاری حماد اللہ صاحب شفیق نے ملکی اور دینی مسائل پر اراکین سے گفتگو کی۔ مولانا شفیق الرحمن صاحب درخواستی نے کارکنوں کو تنظیمی ہدایات دیں۔ مقامی جمعیۃ سے علاقائی مسائل دریافت کیے گئے تو انہوں نے مطالبہ کیا کہ: چوک شہباز پور سے لے کر ہیڈ فاصل تک پختہ سڑک کی جائے جس سے عوام کو آمد و رفت میں سہولتیں ہوں۔

عبدالصبور خان نے تمام اراکین اور احباب کا شکریہ ادا کیا پھر یہی وفد میرے شاہ روانہ ہوا۔ مولانا عبدالمجید صاحب اور چوہدری محمد اکرم و دیگر احباب نے وفد کو الوداع کہا۔

جب یہ وفد خدام القرآن میرے شاہ پہونچا تو مولانا اسد اللہ صاحب حقانی امیر جمعیۃ علماء اسلام علاقہ ہذا نے خوش آمدید کہا۔ پھر مدرسہ خدام القرآن میرے شاہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد عثمان صاحب اور حضرت مولانا عبدالغفور صاحب کے ساتھ تنظیمی امور پر کافی بحث ومباحثہ ہوا جس پر مولانا صاحبان جماعتی تنظیم کے لیے اپنے متعدد مشورہ جات دیئے۔ اور فرمایا: ملک کے اندرونی اور بیرونی سوشلسٹ عناصر یہ برداشت نہیں کرتے کہ پاکستان میں دین والوں کو سیاسی قوت حاصل ہو۔ اس لیے علاقائی تبلیغی پروگرام منعقد کیے جائیں۔ تاکہ عوام الناس کے عقاید اور اعمال کی اصلاح کی جائے۔

اس کے بعد یہ وفد صادق آباد شہر کے لیے رواں دواں ہوا۔ صادق آباد میں جمعیۃ علماء اسلام کے جنرل سیکرٹری جناب خالد شہزاد صاحب بہت ہی مخلص ہیں اور ایڈووکیٹ بھی ہیں۔ ان کے مکان پر شہری جمعیۃ کا اجلاس مقامی امیر جمعیۃ جناب مولانا عبدالصمد صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ شہر کے عہدہ داران سیکرٹری اطلاعات حافظ عبدالرؤف، مولوی غلام رسول صاحب کے علاوہ ضلع کے سالار جناب فیض اللہ خان بھی شریک ہوئے جناب قاری حماد اللہ شفیق صاحب نے جمعیۃ علماء اسلام کی ۵۲ سے لے کر ۷۷ء تک جمعیۃ علماء اسلام کی مکمل روداد اور تاریخ بیان کی اور فرمایا کہ موجودہ انقلاب جو کہ اسلام کے نام سے آیا ہے اس کے سلسلے ہمیں کوشش کرنی چاہیے چیف مارشل لا کے وعدے کے مطابق اسلام لے آئیں، لیکن غیر ملکی طاقتیں ایسی ہیں جو کہ اسلام کو برداشت نہیں کرتیں۔ ہمیں متحد ہو کر نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے لیے آخر دم تک جدوجہد کرنی ہے۔

انہوں نے تحریک استقلال کی علیحدگی سے ہمیں مایوسی نہیں بلکہ ہماری جماعت کا یہی اعلان ہے کہ اگر تمام پارٹیاں قومی اتحاد چھوڑ دیں تو جمعیۃ علماء اسلام پھر بھی قومی اتحاد کے نام سے الیکشن میں حصہ لے گی۔ ہمیں معلوم ہے کہ لادین عناصر اخبارات کے ذریعہ جو زہریلا پروپگنڈہ کر رہے ہیں کہ قومی اتحاد میں قیادت کا فقدان ہے۔ یہ ان کی خام خیالی ہے جبکہ بھٹو جیسے آمر و جابر کو تحریک نظام مصطفےٰ ملک میں منظم طریق پر چلانے کے لیے قیادت کا فقدان نہیں تھا تو اب ملک کے نظم ونسق چلانے کے لیے فقدان نظر آتا ہے۔ یہی لوگ حرف بحرف اسلام کو نافذ کرنے سے کتراتے ہیں۔ ہمیں متحد ہو کر نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے لیے جدوجہد کرنی ہے۔

مولانا شفیق الرحمن درخواستی مدظلہ نے دعا کی اس کے بعد جناب خالد شہزاد صاحب ایڈووکیٹ جناب مولانا عبدالصمد صاحب، مولانا ابوبکر صاحب و دیگر تمام احباب سے عہد کیا کہ جمعیۃ کی ہر مقام پر تنظیم قائم کی جائے گی۔

مورخہ ۲۰/۱۱/۷۷ یہی وفد چک نمبر ۱۹۵ باڑہ جو کہ مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمت اللہ علیہ کا گھر ہے اور ان کے عزیز بھی وہاں رہائش پذیر ہیں روانہ ہوا۔ وہاں مقامی جمعیۃ کے احباب جناب مولانا حفظ الرحمن صاحب جو کہ مولانا جالندھری رح کے صاحبزادے ہیں سے جماعتی امور پر گفتگو ہوئی اور وہاں یہ طے پایا کہ چکوک کی آبادی میں جماعتی تنظیم کو تبلیغی کام کے ذریعہ سے یہ آواز پہونچائی جائے۔

پھر یہی وفد بستی ٹھیٹھر حاجی محمد ابراہیم کے پاس پہونچا جس میں ضلعی جمعیۃ کے ناظم مولانا غلام مصطفےٰ بھی شریک ہوئے۔ پھر یہی وفد بندر عباسیان روانہ ہوا۔ جہاں پر جناب حاجی عبدالحق خان نے بہترین انتظام کیا ہوا تھا۔ احباب جمع تھے۔ ملاقات کے بعد یہی وفد کوٹ منزل روانہ ہوا۔ کوٹ منزل میں ضلعی امیر جمعیۃ مولانا غلام مصطفےٰ اور جناب قاری حماد اللہ صاحب نے خطاب کیا دعا مولانا شفیق الرحمن صاحب نے فرمائی۔

پھر یہی وفد کوٹ تجر خان پہونچا جہاں پر سردار محمد علی خان، سردار محمد اسماعیل صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد یہی وفد بستی مکھن روانہ ہوا وہاں بعد نماز مغرب حضرت مولانا شفیق الرحمن صاحب درخواستی

نے درس حدیث دیا۔ اسکے بعد تمام اراکین کا شکریہ ادا کیا اور یہ جمعیۃ کا دو روزہ تنظیمی دورہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

# جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سندھ کی مجلس شوریٰ کا اجلاس

رپورٹنگ۔ عمران شاہ رکن مجلس شوریٰ سندھ

حیدرآباد جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سندھ کی مجلس شوریٰ کا اجلاس جمعیۃ علماء اسلام سندھ کے امیر جناب حضرت مولانا محمد شاہ صاحب امروٹی کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اجلاس میں حالیہ ملکی صورت پر غور کیا گیا۔ اجلاس میں متعدد قراردادیں بھی منظور کی گئیں۔

اجلاس پانچ گھنٹے تک جاری رہا۔ !

جمعیۃ علماء اسلام کی صوبائی مجلس شوریٰ کا اجلاس چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق سے مطالبہ کرتا ہے کہ عام انتخابات اگلے سال مارچ میں کرائے جائیں۔ تاکہ قوم اپنے نمایندے منتخب کر سکے اور عوامی مسائل عوامی نمایندے ہی صحیح طور پر حل کر سکتے ہیں۔ نیز احتساب کے عمل کو عام انتخابات کے انعقاد کی راہ میں رکاوٹ نہ بننے دیا جائے۔ اجلاس یہ سمجھتا ہے کہ اگر عام انتخابات مارچ ۱۹۷۸ء میں نہ کرائے گئے تو مارشل لاء حکام عوام کا اعتماد کھو بیٹھیں گے

۲۔ یہ اجلاس چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق سے مطالبہ کرتا ہے کہ بلا تاخیر ملک میں کم از کم محدود سیاسی سرگرمیوں پر سے پابندی اٹھائی جائے تاکہ سیاسی پارٹیاں عوام سے اپنا رابطہ قائم رکھ سکیں ورکرز میٹنگ اور رکن سازی کا کام بھی آزادی کے ساتھ انجام دے سکیں۔ یہ اجلاس سمجھتا ہے کہ سیاسی عمل کا مسلسل تعطل ملک کے لیے مفید نہیں۔ اور سیاسی سرگرمیوں پر مسلسل پابندی سے ملک بحران کا شکار ہو سکتا ہے۔ جب کہ یہ ملک مزید کسی بھی بحران کا متحمل نہیں ہے

۳۔ یہ اجلاس قومی اتحاد کی مرکزی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتا ہے اور قومی اتحاد کی مرکزی کونسل کے فیصلوں کی حمایت کرتا ہے۔ نیز یہ کہ ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان کی قومی اتحاد سے علیحدگی سے قومی اتحاد پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ پورے ملک میں بالعموم اور صوبہ سندھ میں بالخصوص ائیر مارشل کی علیحدگی سے اتحاد مزید مضبوط اور مستحکم ہوگا۔ کیونکہ اتحاد میں رہتے ہوئے اصغر خان کے بیانات سے اتحاد کی پالیسی متاثر ہو رہی تھی۔

۴۔ یہ اجلاس مارشل لا حکام کی جانب سے فیڈرل سیکورٹی فورس کے توڑنے کے احکام کی تعریف کرتا ہے، کیونکہ فیڈرل سیکورٹی فورس سابق وزیر اعظم مسٹر بھٹو نے صرف اور صرف اپنے مخالفین کو انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بنانے کے لیے قائم کی تھی۔ اور قوم کا کروڑوں روپیہ اس پر ضائع کیا۔

۵۔ یہ اجلاس عبوری حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ فیکٹریوں کارپوریشنوں اور دیگر اداروں سے مزدوروں کی چھانٹیاں فوراً بند کی جائیں ورنہ ملک میں محنت کش طبقہ بے اعتمادی کا شکار ہو جائے گا۔ جو کہ ملک کے مفاد میں نہیں ہے۔

۶۔ یہ اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ کراچی اور سندھ کی کچی آبادیوں کے مکینوں کو مالکانہ حقوق دے۔ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ بیس بیس سال سے غریب افراد کو ابھی تک مالکانہ حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔

۷۔ یہ اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں غلہ کی منتقلی پر عاید پابندی اٹھائی جائے۔ اور دھان چاول اور پھٹی کی قیمتوں پر نظر ثانی کی جائے۔ نیز سندھ کے آبادگاران کو جننگ فیکٹریاں پوری رقم ادا نہیں کر رہی ہیں جب کہ کپاس کارخانوں میں پہونچ چکی ہے۔ اور بعض لوگوں سے تو کپاس لینے سے بھی انکار کیا جاتا ہے۔ یہ اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ جننگ فیکٹریوں کے مالکان کو متنبہ کیا جائے کہ اور ان کو کپاس خریدنے پر مجبور کیا جائے اور اس کی پوری رقم کی ادائیگی کی ہدایت کی جائے۔ نیز رانی پور شوگر ملز کے گنے کے آبادگاروں کی کافی رقم عرصہ دراز سے ان کے قبضہ میں ہے جس سے وہ اپنا فایدہ اٹھاتے ہیں اور کاشتکاروں کو ادا نہیں کرتے اور چھوٹے چیک دیئے جاتے ہیں جو کہ کیش بھی نہیں ہوتے۔ یہ اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ان کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے اور گنے کے آبادکاروں کو رقم دلائی جائے۔

۸۔ یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ مسٹر بھٹو کے دور حکومت میں جو افراد محض سیاسی انتقام کی وجہ سے ملازمتوں سے برطرف کیے گئے ہیں ان کو فوراً بحال کیا جائے۔ نیز مسٹر بھٹو کے دور میں سیاسی بنیادوں پر جو تقرریاں کی گئیں ہیں اور وہ افراد آج بھی پیپلز پارٹی کے لیڈر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں انہیں فوراً برطرف کر کے دیانتدار اور مخلص لوگوں کو ان کی جگہ دی جائے۔

۹۔ یہ اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ اسلامی مشاورتی کونسل کی سفارشات کو جلد عملی جامہ پہنایا جائے تاکہ اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے ملک میں اسلامی نظام کی طرف پیش قدمی ہو۔

یہ اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ قومی اتحاد کے سربراہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب پر سجاول میں قاتلانہ حملہ کا چالان عدالت میں پیش کیا جائے اور قاتلانہ حملہ کرنے والوں پر مقدمہ چلا کر انہیں کیفر کردار تک پہونچایا جائے۔

۱۱۔ یہ اجلاس ملک میں اشیائے صرف کی بڑھتی ہوئی قیمتوں پر تشویش کا اظہار کرتا ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ عام استعمال

کی اشیا کی قیمتوں کو کنٹرول میں رکھا جائے

۱۲۔ یہ اجلاس سوری میں مصنوعی حج کی مذمت کرتا ہے۔ اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس مصنوعی حج پر مکمل پابندی لگائی جائے

۱۳ یہ اجلاس علامہ محمد یوسف بنوری کی وفات پرگہرے رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور ان کی دینی و ملی خدمات کو سراہتا ہے۔ ان کی وفات عالم اسلام کے لیے ایک عظیم المیہ ہے۔ نیز مطالبہ کرتا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل میں مولانا بنوری کی جگہ علامہ شمس الحق افغانی صاحب کو لیا جائے۔

اجلاس میں ایم انور بار ایٹ لا کی وفات پر رنج وغم کا اظہار کیا گیا۔ اور ان کی قانونی خدمات کو سراہا گیا۔

جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سندھ کی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں امیر جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سندھ پیر طریقت حضرت مولانا محمد شاہ صاحب امروٹی اور صوبائی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا نور محمد صاحب نے صوبہ سندھ کے چار نظماء کو شعبے تقسیم کیے ہیں تاکہ صوبہ سندھ جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیم کو مزید فعال بنایا جا سکے۔ اور جمعیۃ علماء اسلام کی تمام شاخوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ متعلقہ امور کے متعلق اس شعبہ کے ذمہ دار ناظم سے رابطہ قائم کریں۔

۱۔ جناب مولانا غلام قادر صاحب جمعیۃ طلباء اسلام کے نگران اور دفتری امور کے سیکرٹری ہوں گے۔

۲۔ جناب مولانا عبدالرزاق عزیز۔ جمعیۃ کے تنظیمی امور اور رابطہ کے سیکرٹری ہوں گے۔

۳۔ جناب حاجی کرامت اللہ صاحب۔ جمعیۃ علماء اسلام کے مالیاتی امور کے سیکرٹری ہوں گے۔

۴۔ جناب قاری شیر افضل صاحب۔ جمعیۃ کے شعبہ نشر و اشاعت کے سیکرٹری ہوں گے۔



# مولانا زاہد الراشدی نے ضلع وہاڑی کا دورہ کیا

۲۹ نومبر ۱۹۷۷ء کو صبح ۱۰ بجے جمعیۃ علما اسلام کے مرکزی ناظم اور پاکستان قومی اتحاد صوبہ پنجاب کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی ایک روزہ دورہ پر جمعیۃ علماء اسلام ضلع وہاڑی کے دفتر غلہ منڈی وہاڑی تشریف لائے جہاں ان کا استقبال جمعیۃ کے ضلعی سرپرست مولانا عبدالستار صاحب اور جمعیۃ ضلع وہاڑی کے امیر سید ظہیر شاہ اور نائب امیر مولانا فضل خالق اور جمعیۃ سب ڈویژن میلسی کے امیر حاجی خادم حسین اور ضلعی جمعیۃ کے قائمقام ناظم عمومی حافظ شبیر احمد اور مقامی جماعتی ورکروں نے کیا۔

بعد ازاں مولانا نے جماعتی رفقاء سے جماعتی امور پر تبادلہ خیال کیا اس کے بعد مولانا ۲ بجے ضلع کے امیر کے ہمراہ بورے والہ تشریف لے گئے جہاں مولانا کا استقبال پاکستان قومی اتحاد ضلع وہاڑی کے صدر جناب حافظ محمد طیب اور جمعیۃ علماء اسلام بورے والہ کے نائب امیر شیخ رفیق احمد، حاجی محمد اشرف، جمعیۃ بورے والا کے ناظم عمومی راؤ ارشاد احمد خان و ناظم محمد اشرف علوی اور جمعیۃ طلباء اسلام ضلع وہاڑی کے کنوینر راؤ منور احمد خان و دیگر کارکنوں نے کیا

۴ بجے سے شام ۶ بجے تک مولانا سے قومی اتحاد کے مختلف جماعتوں کے احباب نے ملاقات کی۔ ۶ بجے کے بعد مولانا زاہد الراشدی نے پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ پریس کانفرنس میں اخباری نمایندوں کے علاوہ قومی اتحاد کے ضلعی صدر اور قومی اتحاد بورے والہ کے سیکرٹری جنرل سمیت دیگر سیاسی ورکروں نے بھی شرکت کی۔ نماز عشاء کے بعد مولانا نے جمعیۃ کے دفتر میں جمعیۃ علماء اسلام کے کارکنوں سے خطاب کیا۔ مولانا کے علاوہ جمعیۃ علماء اسلام ضلع فیصل آباد کے ناظم مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور جناب ندیم اقبال اعوان صدر جمعیۃ طلباء اسلام پنجاب نے بھی جماعتی رفقاء سے خطاب کیا۔ یوں مولانا زاہد الراشدی اپنا ضلع وہاڑی کا کامیاب دورہ مکمل کرنے کے بعد رات گیارہ بجے عازم لاہور ہوئے۔

## ضلع وہاڑی کے قائم مقام ناظمِ عمومی

جمعیۃ علماء اسلام ضلع وہاڑی کے ناظم عمومی حافظ محمد طیب نے کہا ہے کہ بعض ذاتی مصروفیتوں کی وجہ سے میں جماعتی ذمہ داریاں باحسن طریق ادا نہیں کر سکتا۔ لہذا یکم دسمبر ۱۹۷۷ء سے یکم مارچ ۱۹۷۸ء تک جمعیۃ علماء اسلام ضلع وہاڑی کے قائم مقام ناظم عمومی جناب حافظ شبیر احمد صاحب ہوں گے۔

لھذا جمعیۃ کے تمام ضلعی کارکن جناب حافظ شبیر احمد صاحب سے رابطہ قائم کریں۔

حافظ صاحب کا پتہ درج ذیل ہے:

حافظ شبیر احمد قائمقام ناظم عمومی جمعیۃ علماء اسلام ضلع وہاڑی اتحاد جنرل سٹور ریل بازار وہاڑی شہر

## تبدیلی پتہ

پاکستان قومی اتحاد ضلع وہاڑی کے صدر اور جمعیۃ علماء اسلام ضلع وہاڑی کے ناظم عمومی جناب حافظ محمد طیب صاحب نے اپنا پتہ تبدیل کر لیا ہے

لھذا تمام جماعتی رفقاء جدید پتہ نوٹ فرمالیں:

محمد طیب
دواخانہ مولوی
عبدالغنی، ریل بازار
بورے والہ ضلع وہاڑی

ظہیر میر

# پاکستان کے قیام میں علماء کے کردار کو نظر انداز کرنا صریحاً زیادتی ہے

قائد طلبہ

جمیعتہ طلبا اسلام صوبہ پنجاب کے زیر اہتمام چوتھے تربیتی اجتماع میں قائد طلبہ میاں محمد عارف مرکزی صدر جمیعتہ طلبا اسلام پاکستان نے سوالات وجوابات کی مستقل نشست کے علاوہ مفصل خطاب بھی فرمایا۔ یاد رہے کہ اس تربیتی اجتماع کی رپورٹ پچھلے ہفتے ترجمان اسلام میں شائع ہوچکی ہے، قائد طلبہ نے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ برصغیر پاک وہند میں آزادی کی شمع روشن کرنے کے لیے علماء حق نے جس قدر قربانیاں دی ہیں انہیں نظر انداز کرنا تاریخ سے سنگین مذاق ہے آپ نے کہا کہ اگر علماء حق آزادی کے لیے شب و روز جدوجہد نہ کرتے تو آج ہم اس آزاد ملک کے شہری نہ ہوتے، آپ نے کہا پاکستان کو آزاد کرانے میں علماء کے کردار کو کسی صورت بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ آپ نے کہا کتنے افسوس کا مقام ہے کہ آج کا نوجوان اپنے اسلاف کے کارناموں سے بے خبر ہونے کی وجہ سے صحیح راستے سے بھٹک رہا ہے، آپ نے طلبہ پر زور دیا کہ اپنے اسلاف کے کارناموں کو اپنی زندگی کے لیے نمونہ بنائیں۔ اور یہی جمیعتہ طلباء اسلام کا مقصد ہے، کہ اس ملک کی نوجوان نسل کو علماء حق کے کردار سے آگاہ کیا جائے تاکہ نوجوان نسل اس ملک میں صحیح اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے مددگار ثابت ہوسکے۔

## مرکزی مجلسِ عمومی کا اجلاس

مرکزی مجلسِ عمومی جمیعتہ طلبا اسلام پاکستان کا اجلاس ۲۳، ۲۴، ۲۵ دسمبر بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار صبح نو بجے مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ لاہور میں منعقد ہوگا۔ اراکین مجلسِ عمومی کو دعوت نامے جاری کردیے گئے ہیں۔ ایجنڈا حسبِ ذیل ہے،

۱۔ گذشتہ کارروائی کا جائزہ اور توثیق
۲۔ سالانہ حساب کی توثیق اور آئندہ بجٹ کی منظوری
۳۔ جماعتی تنظیمی صورتِ حال پر غور
۴۔ دیگر امور باجازتِ صدر۔ محمد فاروق قریشی

ناظم عمومی جمیعتہ طلبا اسلام پاکستان

## مجلسِ عمومی صوبہ پنجاب کا اجلاس

جمیعتہ طلبا اسلام پاکستان صوبہ پنجاب کی مجلسِ عمومی کا اجلاس ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵ بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار صبح نو بجے مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ لاہور میں ہوگا اراکین کو دعوت نامے جاری کردیے گئے ہیں۔

### ایجنڈا :-

۱۔ گذشتہ کارروائی کا جائزہ اور توثیق
۲۔ تنظیمی صورتِ حال پر غور
۳۔ دیگر امور باجازت صدر

عبدالرؤف ربانی
ناظم عمومی جمیعتہ طلبا اسلام

### ھدایات :-

۱۔ اپنی آمد اور ذریعہ آمد کی اطلاع دیں۔
۲۔ موسم کے مطابق بستر اور یادداشت قلمبند کرنے کے لیے نوٹ بک اور ضروری اشیا ساتھ لائیں
۳۔ طعام کیلئے پانچ روپیہ فی رکن وصول کیے جائیں گے

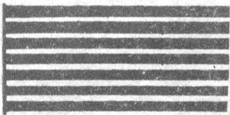
## انتخاب ضلع کوہستان

صدر، سید بختیار
نائب صدر۔ محمد مصطفےٰ
ناظم عمومی، ملک گل داد
ناظم، بوستان خان
ناظم نشریات۔ محمد صوفی
ناظم مالیات۔ بخت افسر

## حافظ آباد

گذشتہ روز جمیعتہ طلبا اسلام حافظ آباد کا اجلاس زیر صدارت شیخ محمد اکرم منعقد ہوا جس میں حافظ آباد کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔

صدر۔ جناب شیخ محمد اکرم
نائب صدر۔ ناصر محمود ڈگری کالج حافظ آباد
ناظم عمومی۔ اشتیاق احمد
ناظم مالیات ونشریات۔ سیف اللہ خالد



## توجہ فرمائیے

تمام ضلعی صدروں کو ہدایت کی جاتی ہے، کہ قربانی کی کھالوں کی جمع شدہ رقوم جلد از جلد مرکزی دفتر کو ارسال کریں، یا اجتماع کے موقع پر ساتھ لیتے آئیں۔

محمد اجمل قادری ناظم مالیات جمیعتہ طلبا اسلام پاکستان

صوبہ سرحد جمیعتہ طلبا اسلام کا پہلا تربیتی اجتماع نہایت کامیاب رہا۔ طلبہ کی کثیر تعداد نے شرکت کی اجتماع کی مختلف نشستوں سے مولانا محمد یوسف لدھیانوی حاجی فقیر محمد صاحب، مولانا سعید الرحمٰن، مولانا زاہد الراشدی اور میاں محمد عارف نے خطاب کیا مفصل رپورٹ آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں